دیوانِ اخگر

○

عبد الحمید اخگر مرحوم

مرتب

خداداد مونس

○

ناشر

راجستھان اردو اکادمی

ج - ۳ - سبھاش مارگ ، سی اسکیم ، جے پور

فون نمبر: ۵۲۱۳۹

دیوانِ اخگر

○

عبد الحمید اخگر مرحوم

مرتب

خداداد مونس

○

ناشر

راجستھان اردو اکادمی
ج۔ ۳۔ سبھاش مارگ، سی اسکیم، جے پور
فون نمبر: ۵۲۱۳۹۰

مرتب

خداداد مونس

ناشر

راجستھان اردو اکادمی
جے۔ ۳۔ سبھاش مارگ، سی اسکیم، جے پور
فون نمبر ۵۲۱۳۹۰

نمبر۲۰ سلسلہ مطبوعات راجستھان اردو اکادمی ، جے پور

نام کتاب :- دیوانِ اخگرؔ

مرتب :- خداداد مونسؔ

مصنف :- عبدالحمید اخگرؔ مرحوم

سنہ طباعت :- مارچ ۱۹۹۲ء

مطبع :- ثمر آفیسٹ پرنٹرس ، دہلی

کتابت :- سید مظاہر حسین قاسمی ، جے پور

قیمت :- ۴۵ روپیہ

تعداد بار اول :- ۵۰۰

سیکریٹری راجستھان اردو اکادمی نے ثمر آفسیٹ پرنٹرس، دہلی سے چھپوا کر
دفتر راجستھان اردو اکادمی، جے۔۳۔ سبھاش مارگ، سی اسکیم جے پور سے شائع کیا

اندرونِ صفحات

حرفِ آغاز

دیوانِ اخگر کے مقدمے میں میرے برادر اور دوست خداداد خاں صاحب مونس نے انیسویں صدی کے پہلے ربع سے راجستھان میں اردو نظم و نثر کے سلسلے کے شروع ہونے کی نشاندہی کی ہے اور ۱۸۵۷ء کی پہلی جنگ آزادی کے بعد سے راجستھان کی کئی راستوں خصوصاً جے پور، الور، جھالاواڑ اور ٹونک وغیرہ میں اردو نے جس ارتقائی سفر سے گزرتے ہوئے ملک کے اس ریگزار کو دبستان ہائے ادب ، دلی اور لکھنو کا ہم پایہ، ہم پلّہ، ہم عصر CONTEM - PORARY - بنایا اس کا اعادہ بھی مقدمہ میں خوبی سے کیا ہے۔

۱۸۵۷ء کے بعد جے پور اور راجستھان کی دیگر کئی ریاستوں نے اردو ادب کو جو کچھ دیا ہے اس کے ساتھ محققوں اور نقادوں نے زیادہ انصاف نہیں کیا۔ بلکہ دلی، لکھنو اور حیدر آباد کے دبستانوں کے بلند اور روشن میناروں کے سامنے یہاں کے میناروں کو مدِ مقابل لانے اور ان کو ایک ہم پایہ انداز میں پیش کرنے کی سنجیدہ کاوش ہی نہیں کی۔ قابل ستائش ہیں ڈاکٹر ابوالفیض عثمانی، ڈاکٹر فضل امام، خداداد مونس اور ڈاکٹر فیروز کی موجودہ دور کی کاوشیں جنہوں نے ہم سب کے بزرگوں کے ان تمام گرانقدر ادبی خزانوں کو منظرِ عام پر لاکر موجودہ اور مستقبل بعید تک کے محققوں اور نقادوں کو دعوت خامہ فرسائی دی۔ آنے والے دور کا مورخ یہ ثابت کر ہی دے گا کہ جب دبستانِ دہلی اور لکھنو کی تابناکیاں انقلاب دوران کے باعث ماند پڑیں تو اردو کی شمع کو راجستھان اور اس کی کچھ ریاستوں نے جس انداز میں روشن رکھا اور جس ادب کی تخلیق یہاں ہوئی وہ کم از کم جے پور کو اپنے آپ میں ایک دبستان ہونے کا

متحمل بنا سکا۔ اسی سرزمین سے ایسے اہل قلم ضرور اٹھیں گے جو اس خطہ کے ادب کی اعلیٰ سطحوں سے دنیائے اردو کو روشناس کرائیں گے۔

راجستھان اردو اکادمی کی موجودہ انتظامیہ نے یہ بیڑا اٹھایا ہے کہ ۹۲-۱۹۹۱ء سے انشاء اللہ راجستھان کے ہر دور کا اور اس کے ہر خطہ کا نمائندہ ادب زیادہ سے زیادہ شائع کیا جائے گا تاکہ یہ شہپارے ماضی کے مدفن میں گم ہو کر نہ رہ جائیں۔ مجھے یقین ہے کہ اس سمت تمام اہل فکر و اہل قلم کا کارواں مستعدی سے بڑھے گا۔ یہ ثابت کرنے کے لئے کہ اہل راجستھان نے میرؔ، غالبؔ، ذوقؔ اور مومنؔ کے مکتبہ ہائے خیال، فن اور نیرنگئ فکر کی اثاث ورثہ میں پائی اور اس طرح اسے محفوظ رکھا کہ ان کے طرز اور آہنگ کی کڑی کو کبھی ٹوٹنے نہیں دیا۔

اسی زاویہ فکر کے تحت اکادمی کی سال رواں کی منظوم اشاعتوں میں "دیوان اخگر" "کلام جوہر" اور "بازگشت" (تضامین علامہ اقبال) اور نثری اشاعتوں میں "راجستھان میں اردو زبان وادب۔ ۱۸۵۷ تک" اور صفیہ (ناول) کی شمولیت اس اثاث کو نمائندہ ادب کے کینوس (Canvas) پر منتقل کرنے کی شاید کامیاب کوشش ہے

اس سلسلے کو آگے بڑھانے کے لئے میں تمام اہل قلم کو دعوت دیتا ہوں کہ اس راہ کے سنگ میل بننے کے لائق جو بھی خزینے محفوظ ہیں ان کی نشاندہی فرمائیں اور اشاعت کے لئے اکادمی کو رجوع کریں تاکہ اس صوبے کا ایسا نمائندہ ادب منظر عام پر آسکے جو متقدمین کی اثاث ہو اپنے ہم عصر (Contemporary) دور اور اس کے افکار و نظریات اور (Vision) کا منعکس و ترجمان بھی ہو اور جو ملکی اور بین الاقوامی سطح پر حال اور مستقبل کے ادبی، سماجی، ثقافتی اور اقتصادی تقاضوں کا ایسا پیش رو ہو جو اردو اور اردو کے اہل قلم کے لئے فکر و عمل کی نئی جہات کی نشاندہی کر سکے اور تمام اردو والے نالۂ جرس کارواں کی اس خوابیدہ محویت سے نکل آئیں۔ جس میں تقریباً پچھلی نصف صدی سے مبتلا رہے ہیں۔ اور ان کا شمار ان یاران تیز گام میں ہونے لگے جو اپنی منزل کو خود ہی جانتے ہیں

پیش لفظ یا حرف آغاز کا روایتی انداز قلم کو احتیاطوں کی زنجیریں پہنا دیتا ہے۔ وفورِ شوق کے والہانہ پن میں جی چاہتا ہے کہ اتنا تو بے خاختہ لکھ دوں کہ غالبؔ کی وراثت کو احقؔر نے اس خوبی سے نبھایا ہے کہ ان کے کلام کو پڑھ کر معاً غالبؔ کی ہمہ جہتیٔ فن وادب ہی نہیں بلکہ تمام عالم کے حلقۂ دام خیال کا مفکرانہ انداز، جس سے زندگی اور اس کے فلسفے کی زلفوں کے پیچ و خم سلجھانے کا سلیقہ آتا ہے، سب ہی تو سامنے آجاتے ہیں مزید برآں فخر اس بات پر ہے کہ معاصرین احقؔر اور بعد ازیں حضرت قبلہ فضاؔ مرحوم جانشین جوہؔر اور اب ان کے صاحبزادے برادرم خداداد مونسؔ اپنے کلام کو اسی رنگ سے مزین کئے ہوئے ہیں۔ فلسفۂ حیات اور موجودہ دور کے تقاضوں کی تمام تر پذیرائیوں کے ساتھ اس طرح غالبؔ کا سلسلۂ تلمذ اور ان کے ورثہ کی علم برداری آج بھی قائم ہے۔ میرؔ کے تلامذہ کا سلسلہ بھی حضرت گلؔ، حضرت شورؔ اور حضرت فقیرؔ یعنی انیسویں صدی کے آخر تک یہاں قائم رہا۔ اسی طرح حضرت انور کو غالبؔ ذوقؔ اور مومنؔ تینوں سے شرف تلمذ حاصل رہا تھا انورؔ کے تلامذہ میں حضرت مائلؔ اور ان کے تلامذہ کا سلسلہ جے پور میں آج بھی قائم ہے۔ الغرض یہ شرف جے پور کو حاصل ہے کہ اس نے بہ یک وقت میرؔ، غالبؔ، ذوقؔ اور مومنؔ جیسے مشاہیر اردو ادب کے مکتبہ فکر و فن کی نمائندگی مسلسل کی، جو آج بھی جاری ہے مجھے یقین ہے کہ راجستھان اور خاص طور سے جے پور کے شعراء مستقبل بعید تک میرؔ، غالبؔ، ذوقؔ اور مومنؔ وغیرہ کے مکتبہ ہائے خیال ہی کو نہیں بلکہ ان کے لب و لہجہ کو اپنے افکار اور آہنگ سے حنائی بناتے رہیں گے۔

میرا یہ بھی یقین ہے کہ راجستھان میں اردو کا مستقبل تابناک ہے کیونکہ یہاں کا اہل قلم وقت کے سمندر میں ابھرنے والے وقتی "از مس" کے جھاگوں اور بلبلوں سے اپنے فکر کی سطح کو گدمیلا نہیں کرتا۔ وہ زندگی، اس کے تقاضوں اور جذبوں کو بے محابا نہ والہانہ انداز میں سپرد قلم کرتا ہے۔ اور اس طرح کہ اس کی فکر تمام جدید تقاضوں

کی ترجمانی کرتے ہوئے بھی کلاسیکی قدروں کو محترم اور مفتخر سمجھتی ہے۔ اس کے جذبوں کی سچائی میں اس کی عظمتیں پنہاں ہیں۔ جہاں یہ سب کچھ رہا ہو آج بھی ہو اور آئندہ بھی رہے تو پھر ہم جیسے اردو والوں کا عشق بے خطر آتش نمرود میں کود پڑنے کی جسارتیں سمیٹ ہی لیتا ہے۔

الغام الحق

چیرمین

راجستھان اردو اکادمی

جے پور

مقدمہ

شمالی ہند میں شہر دہلی کو ایک ایسے ادبی سرچشمہ کی حیثیت حاصل رہی ہے جو اٹھارویں صدی کے بعد سے نہ صرف قرب و جوار کے علاقوں میں بلکہ ملک کے دور دراز خطوں میں بھی چمنستان ادب کی آبیاری کرتا رہا ہے جس کی بدولت بعض مقامات کو ادبی اعتبار سے مرکزیت حاصل ہوئی اور رفتہ رفتہ دہلی اور لکھنؤ اپنی انفرادی خصوصیات کے ساتھ دو ایسے دبستان ادب تسلیم کئے گئے جن کی شعری و ادبی تنویر کے سامنے ملک بھر میں روشن ادبی چراغوں کی روشنی ایسی ماند پڑ کر رہ گئی کہ ہمارے مورخین و محققین ادب کی تلاش و تحقیق دہلی اور لکھنؤ کے علاوہ چند مخصوص شہروں تک ہی محدود ہو کر رہ گئی جبکہ اردو شعر و ادب کے اس تناور درخت کی جڑوں کے ریشے چھوٹے چھوٹے دیہات اور قصبات تک پھیلے ہوئے تھے اور اسی شجر سایہ دار کی گھنی چھاؤں راجپوتانہ یعنی موجودہ راجستھان کی ادبی فضاؤں کو بھی خوشگوار بنائے ہوئے تھی۔

راجستھان میں انیسویں صدی شروع ہوتے ہوتے اردو نظم و نثر کی تخلیقات کا سلسلہ شروع ہو چکا تھا چنانچہ جہاں ایک طرف جے پور میں مرزا اکبر علی گل[1] دہلوی تلمیذ

---

[1] اکبر علی بیگ گل تلمیذ میر تقی میر انیسویں صدی کے پہلے ربع میں جے پور آگئے تھے۔ جے پور ہی میں ۱۸۴۹ء میں ان کا انتقال ہوا تھا۔ اگرچہ ان کا ذکر نہ کسی تذکرہ میں درج ہے نہ میر کے تلامذہ میں ان کا حوالہ ملتا ہے مگر انکے ایک ضخیم کلیات کا مخطوط کتب خانہ مشاغل جے پور کی زینت ہے۔ تفصیلات کے لئے ملاحظہ فرمائیں " راجستھان میں اردو زبان و ادب کیلئے غیر مسلم حضرات کی خدمات " مرتبہ ڈاکٹر ابوالفیض عثمانی مطبوعہ جمال پرنٹنگ پریس دہلی ۱۹۸۵ء، ص ۵۴ تا ۵۷

میر تقی میرؔ کے کلیات سے انیسویں صدی کے پہلے ربع میں یہاں اردو شاعری کے آغاز کی نشاندہی کی جا سکتی ہے وہیں دوسری طرف اسی زمانے کی جے پور ہی میں تصنیف کردہ عظمتُ اللہ نیازؔ دہلوی[1] کی داستان "قصۂ رنگین گفتار" سے یہاں نثری تصنیف و تالیف کے آغاز کا سُراغ ملتا ہے۔ تقریباً اسی زمانے سے اس خطے میں اردو شعر و ادب کے فروغ کی راہیں ہموار ہونے لگیں۔ ۱۸۵۷ء کے بعد حالات سے مجبور ہو کر غدر کے ستائے ہوئے ارباب علم و ادب اور اصحاب فضل و کمال، دہلی اور دوسرے مقامات سے راجپوتانہ کی مختلف قدیم ریاستوں میں اس کثرت سے آکر سکونت پذیر ہوئے کہ ہر طرف شعر و سخن کی دھوم مچنے لگی۔ اسی دور میں الور کے ایک شاعر منشی ہیرا لال شہرتؔ نے الور کے بارے میں کہا تھا ؎

شور ہے شعر و سخن کا ہر طرف
ان دنوں الور جہاں آباد ہے[2]

اسی طرح جے پور کے بارے میں "جائزہ زبان اردو" کا حسب ذیل اقتباس قابلِ ملاحظہ ہے۔

"زوال سلطنت مغلیہ کے بعد ہزاروں خاندان یوپی اور اردو کے علاقوں سے آکر جے پور میں بس گئے تھے اور غدر کے بعد شرفاء اور عوام شعراء اور صاحبان علم و فن نے یہاں آکر پناہ لی تھی .... ان بزرگوں کے قیام سے شعر و شاعری کی محفلیں گرم رہتی تھیں اور مشاعروں کے ذریعہ

---

[1] عظمت اللہ نیاز دہلوی حضرت گلؔ دہلوی کے ہمعصر تھے وہ انیسویں صدی کے پہلے ربع میں دہلی سے جے پور آئے تھے۔ یہاں انہوں نے ۱۲۲۶ھ مطابق ۱۸۱۱ء میں ایک نثری داستان "قصہ رنگین گفتار" کے نام سے تصنیف کی تھی۔ اس کا مخطوطہ کتب خانہ شاغل جے پور میں محفوظ ہے۔

[2] ارمغان احبار۔ دیوان منشی ہیرا لال شہرتؔ مطبوعہ نظامی پریس آگرہ

اردو زبان وکی ہر دلعزیزی میں اضافہ ہو رہا تھا۔ علمی و ادبی مشاغل کا اس قدر زور تھا کہ لوگ جے پور کو دوسری دِلی کہا کرتے تھے۔" [1]

دہلی کی اس خطے سے قربت اور یہاں کی بعض قدیم ریاستوں خصوصاً الور، جے پور، ٹونک اور جھالاواڑ وغیرہ کے والیانِ حکومت کی ادب پروری اور شرفاء نوازی وہاں کے شرفاء اور ارباب علم و ادب کے لئے باعث کشش بنی۔ اور نسبتاً الور اور جے پور سے آنے والے حضرات کی تعداد زیادہ رہی تاہم لکھنؤ اور یوپی کے دوسرے علاقوں سے بھی خاصی تعداد میں ارباب شعر و ادب نے راجپوتانہ کے مختلف علاقوں میں آکر سکونت اختیار کی۔ خصوصاً نواب واجد علی شاہ کی معزولی کے بعد جب سلطنت اودھ کا شیرازہ بکھرا اور ادب اور فنونِ لطیفہ رؤسائے وقت کی سرپرستی سے محروم ہوئے تو اہل علم اور ارباب فضل و کمال کی زندگی وبال جان بن گئی۔ وقت نے ابھی اس حادثے کے زخموں پر مرہم بھی نہیں رکھا تھا کہ ۱۸۵۷ء کے خونی ہنگامے نے سلطنت مغلیہ کے تابوت میں آخری کیل ٹھونک دی۔ بہادر شاہ ظفر انگریزوں کے ہاتھوں قید کر کے رنگون بھیج دئے گئے۔ شرفائے دہلی اور خصوصاً متوسلین دربار کی عزت و ناموس کی حفاظت کا تصور ہی باقی نہیں رہا تھا۔ وہاں تو جان و مال کے ساتھ روٹی روزی کے لالے پڑے ہوئے تھے۔ اصحاب علم و ادب اور ارباب فضل و کمال تلاش معاش میں اِدھر اُدھر بھٹکنے لگے تھے۔ ایسے لوگوں کی حالت اور بھی خراب تھی جو بہادر شاہ ظفر کے متوسلین میں تھے یا جنہوں نے غدر کے دوران انگریزوں کے خلاف کسی بھی نوعیت سے بغاوت میں حصہ لیا تھا۔ ایسے لوگوں کو ڈھونڈ ڈھونڈ کر موت کے گھاٹ اتارا جا رہا تھا یا کالے پانی بھیجا جا رہا تھا۔ بہر حال ایسے حضرات کے لئے تلاشِ معاش کے ساتھ ساتھ خود کو چھپائے رکھنے کا بھی ایک اہم مسئلہ تھا۔

---

[1] جائزہ زبان اردو (حصہ اول)، ریاست ہائے راجپوتانہ مطبوعہ ۱۹۴۰ء۔ ناشر انجمن ترقی اردو (ہند) دہلی۔ ص ۱۳

۱۸۵۷ء کے غدر کے ستم رسیدہ فنکار، دستکار اور مزدور طبقے کے لوگ تو جہاں بھی پہنچے اپنی فنکاری، دستکاری اور محنت مزدوری کے ذریعہ اپنے پیٹ پالنے لگے لیکن اصحاب علم وفن اور متوسط طبقے کے شرفاء یا وہ حضرات جن کا ذریعہ معاش زمین اور باغات تھے ان کی حالت دگرگوں تھی۔ ایسے بیشتر حضرات کیلئے مختلف ریاستوں کے حکمرانوں کی سرپرستی ایک بڑا سہارا بن گئی۔ جس کو جہاں موقع ملا جا پہنچا۔ چنانچہ بہار میں مرشد آباد، یو۔ پی میں رامپور، دکن میں حیدرآباد، مدھیہ پردیش میں بھوپال اور راجپوتانہ میں ٹونک اور دوسری ریاستوں بالخصوص جے پور، الور اور جھالاواڑ وغیرہ کے حکمرانوں کی شرفاء پروری اور ادباء نوازی کا شہرہ دور دور تک پہنچا اور لوگ کشاں کشاں ان ریاستوں میں آکر سکونت پذیر ہوئے۔ ریاست الور میں جہاں قیام ریاست (۱۷۷۵ء) کے زمانے سے ہی رؤسائے وقت کی قدردانیوں کا شہرہ تھا پہلے سے ہی بڑے بڑے کاملان ادب اور ماہرین فنون سکونت پذیر تھے۔ خصوصاً مہاراجہ بنے سنگھ (۱۸۱۵ء تا ۱۸۵۷ء) اور اس کے جانشین مہاراجہ شیودان سنگھ (۱۸۵۷ء تا ۱۸۷۴ء) کے عہد حکومت کے دوران الور میں علم وادب اور شعر وسخن کے علاوہ مختلف فنون کو بڑا فروغ حاصل ہو چکا تھا۔ کچھ لوگ مستقل وہیں کے ہو رہے اور بہت سے حضرات سکون کی کچھ سانسیں لینے کے بعد جے پور، ٹونک اور دوسری ریاستوں کی جانب بڑھ گئے۔ ان میں علماء وفضلاء بھی شامل تھے۔ اور شعراء وادباء بھی، ماہرین علوم بھی اور کاملین فنون بھی، باغی کہلائے جانے والے محبان وطن بھی اور مجاہدین آزادی بھی۔

غرض مہاراجہ الور کی شرفاء پروری اور قدردانی کی شہرت دور دور تک پہنچنے لگی تو دوسرے مقامات کے لوگوں نے بھی سکونت کے لئے الور کا انتخاب کیا۔ ایسے ہی لوگوں میں فرخ آباد کے ایک معزز زمیندار گھرانے کے فرد انتخاب خاں بھی شامل تھے جنہوں نے ۱۸۵۷ء کے غدر کے دوران مجاہدین آزادی کے ساتھ کندھے سے کندھا ملا کر انگریزوں کے خلاف علم بغاوت بلند کیا اور اپنی تلوار کے جوہر دکھلاتے ہوئے زخمی ہو گئے۔ انگریزوں نے باغیوں کی فہرست میں ان کا

نام درج کرتے ہوئے ان کی گرفتاری اور پھانسی کا حکم نافذ کر دیا تھا مگر وہ مردِ مجاہد کسی طرح انگریزوں کی نظروں سے بچ نکلا اور اپنا حلیہ بدل کر الور میں پناہ گزیں ہوا اسی طرح اس نے اپنا نام بھی انتخاب خاں کے بجائے کالے خاں رکھ لیا۔

جس زمانے میں انتخاب خاں المعروف کالے خاں کا قیام الور میں تھا اسی زمانے میں کچھ غدارانِ وطن اور قوم فروش چند پیسوں کے لالچ میں کھوج کھوج کر مجاہدینِ آزادی کے بارے میں انگریزوں کو اطلاعات پہنچانے کا کام کر رہے تھے ایسا ہی ایک کارندہ الور ایجنسی کے دفتر میں گھنشیام نام کا ایک چپراسی تھا جس کی رپورٹ پر بیک وقت ۸۲ مجاہدین آزادی کے سر قلم کئے گئے تھے [۱]

ایسی صورت میں انتخاب خاں المعروف کالے خاں کا الور میں رہنا ممکن اور مناسب نہ تھا لہٰذا نام اور بھیس بدلے ہوئے اپنے آبائی وطن فرخ آباد پہنچے وہاں ان کی تلاش میں انگریزوں کے جاسوس پہلے ہی سے ان کی گھر کی نگرانی کر رہے تھے وہ تو انتخاب خاں کو نہ پہچان سکے مگر اتفاق سے گھر کی مہترانی نے ان کو پہچان لیا اور ان کو بتایا کہ آپ کی یہاں بڑی تلاش ہو رہی ہے۔ لہٰذا اب وطن میں بھی ان کا رکنا خطرے سے خالی نہ رہا تھا چنانچہ وہاں سے پھر راہ فرار اختیار کی اور جے پور پہنچے جہاں مہاراجہ سوائی رام سنگھ دوم (۱۸۳۵ء تا ۱۸۸۰ء) کا دورِ حکومت تھا۔ وہ علم و ادب اور فنونِ لطیفہ

---

[۱] ان تمام لوگوں کی فہرست آرکائیوز کے صدر دفتر بیکانیر میں ریاست ٹونک سے متعلق ریکارڈ میں موجود ہے۔ ان میں نواب وزیر الدولہ بہادر والی ریاست ٹونک کے پٹے بازی کے استاد اور مرزا غالب کے قریبی دوست طالع یار خاں کے دو جواں سال بیٹے اصغر یار خاں اور صفدر یار خاں بھی شامل تھے جن کی نشاندہی مرزا زکریا بیگ نے کی تھی اور ان کو گرفتاری کے بعد پھانسی کے تختہ پر لٹکا دیا گیا تھا۔ جس کا تفصیلی ذکر انوار الدولہ سعد الدین خاں شفق کے نام غالب کے ایک خط کے حوالہ سے ڈاکٹر ابو الفیض عثمانی نے اپنے ایک مضمون میں کیا ہے ("جنگ آزادی ۱۸۵۷ء کی ترتیب میں خطوطِ غالب کی اہمیت" مطبوعہ ہفت روزہ "بشارت" تاریخی یکم و ۱۵ اگست ۱۹۷۲ء) اسی سلسلہ میں مفتی انتظام اللہ شہابی نے اپنی تصنیف "ایسٹ انڈیا کمپنی اور باغی علماء" میں بھی کچھ روشنی ڈالی ہے۔

کے مربی اور قدر دان تھے۔ پھولوں کا ایک حسین گلدستہ بناکر مہاراجہ کی خدمت میں نذر کیا اور خود کو مہاراجہ کے سامنے ایک "گل کار" کی حیثیت سے پیش کرتے ہوئے اپنا نام کالے خاں اور وطن صوبہ اودھ بتایا۔ مہاراجہ نے گلدستہ کی تعریف کی اور اتنے خوش ہوئے کہ دوسرے فنکاروں کی طرح کالے خاں کو بھی اپنے دربار میں روزینہ دار مقرر کیا۔ اور ان کے سپرد یہ خدمت کی گئی کہ روزانہ صبح دربار میں حاضر ہوکر پھولوں کا ایک گلدستہ مہاراجہ کو پیش کیا کریں۔ اور اس طرح انگریزوں کی نظروں سے اوجھل ایک گل کار کی حیثیت سے انتخاب خاں صاحب المعروف کالے خانصاحب جے پور میں مستقل سکونت اختیار کی اور اس امر کا پورا لحاظ رکھا کہ ان کی اصلیت کا راز فاش نہ ہوسکے[1]

جب انتخاب خاں صاحب جے پور میں مستقل سکونت پذیر ہو گئے تو فرخ آباد کے دوسرے خاندانوں کے افراد نے بھی جے پور کا رخ کیا ان میں الحاج حافظ محمد عابد علیخاں صاحب کا خاندان بھی شامل تھا ان کا تعلق فرخ آباد کے معزز زمیندار طبقہ سے تھا۔ زمین جائداد، باغات غرض اللہ

---

[1] منشی محمد ایوب خاں صاحب فضا اُن ہی انتخاب خانصاحب المعروف کالے خانصاحب کے صاحبزادے تھے جن کا شمار جے پور کے نامور وکیلوں میں ہوتا تھا۔ ریاست جے پور میں ان کی بڑی عزت و وقعت اور شہرت و ناموری تھی۔ چونکہ ریاست جے پور کے حکمرانوں اور انگریزی حکومت کے درمیان ایک سیاسی معاہدہ تھا اور ریاست کو انگریزی حکومت کی سرپرستی حاصل تھی ایسی صورت میں اگر فضا صاحب کے والد کے بارے میں ذرا سا بھی شبہ ہو جاتا تو ان کے لئے زبردست مصیبت پیدا ہو جاتی۔ لہٰذا عمر بھر اس معاملہ میں انہوں نے اپنی زبان پر تالہ ڈالے رکھا۔ ۱۹۴۷ء میں ملک کی آزادی کے بعد غدر ۱۸۵۷ء کے باغیوں کو مجاہدین آزادی تسلیم کرتے ہوئے ان کی قربانیوں کے صلے دئے جانے لگے مگر اس وقت تک انتخاب خاں صاحب اللہ کو پیارے ہو چکے تھے اور ان کے اکلوتے بیٹے محمد ایوب خانصاحب فضا کے سوا اور کوئی شخص مذکورہ حقائق سے واقف نہ تھا۔ اگر فضا صاحب چاہتے تو مجاہدین آزادی کے نام پر اپنے والد کی خدمات کا صلہ طلب کر سکتے تھے مگر والد کی یہ وصیت ہمیشہ مانع رہی کہ یہ راز کبھی افشا نہ ہو۔

ایوب خانصاحب کو ان کے والد کے بارے میں بہت سی باتیں تو خود والد ہی سے معلوم ہوئی تھیں اور اور کچھ باتیں حافظ عبدالعزیز اور حافظ عبدالکریم صاحبان پسران الحاج محمد عابد خانصاحب سے معلوم ہوئی تھیں جو فرخ آباد کے رہنے والے تھے یہ دونوں بھائی بھی غدر کے بعد فرخ آباد سے اس زمانے میں جے پور آکر سکونت پذیر ہو گئے تھے جب انتخاب خانصاحب نے جے پور میں مستقل سکونت اختیار کر لی تھی۔

(باقی اگلے صفحہ پر)

کا دیا سب ہی کچھ تھا اسی کے ساتھ وہ جوہر علم و ادب سے بھی آراستہ تھے۔ حافظ قرآن ہونے کے علاوہ ایک باعمل جید عالم بھی تھے۔ علاقہ میں شہرت، عزت اور اثر و رسوخ بھی تھا مگر ۱۸۵۷ء کے غدر سے متاثر ہوئے بغیر وہ بھی نہ رہ سکے اور خاندان کو تباہی اور بربادی نے آگھیرا۔ گھر بار لٹا۔ وسائل آمدنی ختم ہوگئے ان کے صاحبزادے حافظ عبدالعزیز صاحب اور حافظ عبدالکریم صاحب کا فرخ آباد میں زندگی بسر کرنا مشکل ہوگیا۔ چنانچہ وہ دونوں بھائی غدر سے تقریباً ۵ سال بعد جے پور آگئے۔ ان میں سے حافظ عبدالعزیز صاحب بڑے عالم و فاضل تھے وہ جے پور آکر اورنٹیل کالج میں فارسی کے مدرس کے عہدے پر فائز ہوئے۔ اللہ نے ان کو نیک اور سعادت مند اولاد سے نوازا۔ جن میں ایک صاحبزادی سلمیٰ بیگم

مسلسل فٹ نوٹ

جے پور آکر سکونت پذیر ہو گئے تھے جب انتخاب خاں صاحب نے جے پور میں مستقل سکونت اختیار کرلی تھی۔ انتخاب خاں صاحب سے ان کا قریبی رشتہ بھی تھا۔ انتخاب خاں صاحب کی بہن امیر بیگم کی صاحبزادی آبادی بیگم حافظ عبدالعزیز صاحب کی اہلیہ تھیں۔ جن کے بطن سے ایک لڑکی اور چھ لڑکے پیدا ہوئے تھے وہ سب جے پور ہی میں رہے۔ ان میں سے ایک بھائی عزیز احمد کی شادی انتخاب خاں صاحب کی صاحبزادی قریشہ بیگم سے ہوئی تھی۔ جن کے بطن سے ریاض احمد شرر پیدا ہوئے تھے۔ ان کے صاحبزادے فرخ اختر اور تنویر اختر جے پور میں موجود ہیں۔

بہرحال انتخاب خاں صاحب کا راز راز ہی رہا اور اس کی مزید تفصیلات پر گمنامی کے پردے پڑتے چلے گئے۔ البتہ فضاؔ صاحب نے اپنے والد کے بارے میں کچھ باتیں اپنی اہلیہ کبریٰ فضاؔ کو محض اس غرض سے بتادیں کہ ان کو خاندانی وجاہت کا علم ہو سکے۔ اور آج جب ان واقعات کو منظر عام پر لایا جا رہا ہے ان کا واحد ماخذ وہی محترمہ ہیں اس لئے کہ منشی محمد ایوب خاں صاحب فضاؔ بھی رحلت فرما چکے ہیں جو میرے والد بزرگوار تھے۔

کے علاوہ چھ صاحبزادے نذیر احمد، عبدالحفیظ، عبداللطیف، عزیز احمد شریف احمد، اور عبدالحمید اخگر شامل تھے۔ ل

عبدالحمید اخگر

عبدالحمید اخگر خلف حافظ عبدالعزیز صاحب ۱۸۷۷ء میں جے پور میں پیدا ہوئے تھے۔ ان کے بارے میں مولانا احترام الدین شاغل مرحوم نے تذکرۂ شعرائے جے پور میں لکھا ہے کہ:۔

> اخگر تخلص (منشی، محمد عبدالحمید نام) حافظ عبدالعزیز صاحب کے فرزند ہیں۔ اصل وطن فرخ آباد تھا۔ آپ کے والد ماجد اورنیٹل کالج

ل (۱) نذیر احمد صاحب پوسٹ آفس جے پور میں سپرنٹنڈنٹ تھے۔ ان کا انتقال کراچی پاکستان میں ہوا تھا۔ ان کے صاحبزادے رشید احمد اور مرغوب احمد امریکہ میں سکونت پذیر ہیں۔

(۲) عبدالحفیظ صاحب بھی جے پور ریاست میں ملازم تھے ان کے صاحبزادے حنیف احمد وغیرہ پاکستان میں موجود ہیں

(۳) عبداللطیف صاحب جے پور میں سکونت پذیر رہے ان کی دو لڑکیاں اور ایک لڑکا کمسنی میں فوت ہو گئے تھے ان کا سلسلۂ خاندانی منقطع ہو گیا۔

(۴) عزیز احمد صاحب جے پور ہی میں رہے ان کی شادی انتخاب خانصاحب کی صاحبزادی قریشہ بیگم سے ہوئی تھی جن کے بطن سے ایک لڑکی زرینہ بیگم اور پانچ لڑکے ریاض احمد، رضوان احمد، ریحان احمد حسین احمد اور شبیر احمد پیدا ہوئے۔ ریاض احمد صاحب کے علاوہ سب بھائی کمسنی میں انتقال کر گئے۔ ریاض احمد صاحب کو شاعری سے شغف تھا شرر تخلص کرتے تھے۔ ان کا کلام "ارمغان اکرام" مرتبہ مولانا شاغل مطبوعہ ۱۹۲۸ء میں موجود ہے، ان کے صاحبزادے فرخ اختر اور تنویر اختر جے پور میں موجود ہیں

(۵) شریف احمد صاحب کے صاحبزادگان بشیر احمد اور شفیق صاحبان کی اولاد نرینہ میں طیب احمد، رفیق احمد، عتیق احمد، لئیق احمد اور انیس احمد جے پور میں مقیم ہیں۔

(۶) عبدالحمید اخگر۔ ان کا ذکر سطور بالا میں کیا جا رہا ہے۔

جے پور میں پروفیسر تھے۔ آپ کی ولادت ۱۸۷۷ء میں یہیں ہوئی۔ سن شعور سے شعر و سخن کا شوق تھا۔ منشی فاضل پاس تھے۔ اول چند غزلیں مولوی اشتیاق حسین صاحب ناطق مرحوم[۱] کو دکھائیں اُن کے انتقال کے بعد حضرت آگاہ[۲] سے تلمذ اختیار کیا۔ اپنے خواجہ تاشوں میں بوجہ طباعی و مشاقی امتیاز رکھتے تھے بلکہ حضرت آگاہ کے خلیفہ تھے۔ طبیعت میں بلا کی شوخی و آمد تھی۔ جناب رسوا[۳] کے جلیس و ہم مشرب تھے. اور یار بے تکلف ...... آپ محکمہ سائرات جے پور میں ملازم تھے۔ اساتذہ کی غزلوں پر غزل کہنے کا خاص شوق تھا۔ ۱۹۰۸ء میں یہیں انتقال ہوا۔ مکمل دیوان چھوڑا جس میں آخری زمانہ کے کلام کے کل اشعار صاف کردہ فدا[۴] و کوکب[۵] موجود ہیں۔ ...... نجمانہ جاوید کے

۱؎ مولوی سید اشتیاق حسین ناطق بریلوی تلمیذ حضرت امیر مینائی ذی علم و فضل اور قادر الکلام شاعر تھے۔ جے پور میں بہت سے سخن گو ان کے شاگرد تھے۔

۲؎ نواب سید محمد رضا المعروف احمد مرزا خاں آگاہ دہلوی تلمیذ مرزا غالب غدر کے بعد مہاراجہ شیودان سنگھ کے عہد حکومت (۱۸۵۷ تا ۱۸۷۴) کے دوران الور میں رہے اور اس کے بعد جے پور آکر سکونت اختیار کی۔ مہاراجہ رام سنگھ دوم والی ریاست جے پور نے ان کا روزینہ مقرر کر دیا تھا۔ فن سخن پر قدرت کاملہ حاصل تھی۔ جے پور میں بہت سے مشاق اور پرانے شعراء کو آپ سے شرف تلمذ حاصل ہوا۔ جے پور ہی میں ۱۹۱۸ء میں بعمر ۹۷ سال رحلت فرمائی

۳؎ سید اولاد حسین رسوا بریلوی تلمیذ عبد العزیز خاں عزیز بریلوی متوفی جے پور ۱۹۱۲ء۔

۴؎ منشی فدا حسین فدا جے پوری تلمیذ آگاہ دہلوی۔ قادر الکلام شاعر تھے۔ اساتذہ کی غزلوں پر غزلیں کہنے کا بیحد شوق تھا۔ مولانا شاغل مرحوم نے ان کے بارے میں تذکرۂ شعرائے جے پور میں لکھا ہے کہ "غالباً یہ اثر تھا منشی عبد الحمید اخگر آپ کے خواجہ تاش کی صحبت کا چنانچہ ایسی لے بڑھی کہ میر انیس اور مرزا دبیر کے مرثیوں پر مصرعے لگا کر ان کو مشعر کر ڈالا اور وہ بھی کوئی ایک دو نہیں بلکہ پورے سولہ مرثیے میر انیس کے اور چار مرثیے مرزا دبیر کے" اس کیلئے فدا مرحوم کو طلائی تمغہ اور معتمر الشعراء کا خطاب دیا گیا تھا۔ مشہور فلمی شاعر حسرت جے پوری آپ ہی کے نواسے ہیں۔

۵؎ نجم الشعراء محمد عبد الرحمٰن کوکب تلمیذ و جانشین حضرت آگاہ دہلوی ۱۹۴۷ء کے بعد جے پور سے پاکستان چلے گئے۔ وہیں انتقال ہوا۔

لئے خود حضرت آگاہ نے ان کا کلام منتخب کر کے بھیجا تھا۔ استاد کی حیات ہی میں ان کا انتقال ہو گیا۔" لے

عبدالحمید اخگر خوبصورت، خوب سیرت، خوش اخلاق، صاف گو اور خوش پوش، انسان تھے۔ شعر گوئی کی غضب کی خداداد صلاحیت تھی۔ سید اولاد حسین رسوا بریلوی، معشر الشعراء فدا حسین فدا جے پوری اور نجم الشعراء محمد عبدالرحمٰن کوکب کے علاوہ حکیم واحد علی صاحب مسیح ؔ سے خاص دوستی تھی۔ ان ہی کے ساتھ مل کر ۱۹۰۶ء میں جے پور سے ایک ماہنامہ "الکمال" جاری کیا۔

اخگر کی شادی حافظ عبدالعزیز کے بھائی عبدالکریم کی صاحبزادی رقیہ بیگم سے ہوئی تھی مگر وہ اولاد سے محروم رہے۔ اور صرف ۴۱ سال کی عمر میں اس دار فانی سے کوچ کیا۔ اولاد نہ ہونے کا احساس ہمیشہ دامن گیر رہا۔ جس کا اظہار ان کے اس شعر

لے مخطوطہ تذکرہ شعرائے جے پور بخط مصنف مملوکہ کتب خانہ شاغل جے پور ص ۲۱۸ - ۲۱۹ -

ے حکیم سید واحد علی خاں تلمیذ حضرت ظہیر دہلوی۔ مہاراجہ جے پور کے طبیب خاص اور راجپوتانہ طبیہ کالج کے بانی تھے۔

سے "جے پور میں اردو زبان و ادب کا ارتقا" قسط اول مضمون ڈاکٹر ابوالفیض عثمانی مطبوعہ سہ ماہی نخلستان جلد ۶ شمارہ ۱ و ۲ بابت اپریل تا ستمبر ۱۹۸۷ء ص ۷، ۸ -

سے حافظ عبدالعزیز اخگر کے والد اور حافظ عبدالکریم ان کے چچا تھے۔

ھے اخگر کی شادی اور ان کے خاندان کا سابقہ سطور میں ذکر بالخصوص اس لئے کیا گیا ہے کہ اس زمانے کی معاشرتی قدروں پر روشنی ڈالی جا سکے اور خاندانی رواداری، محبت و اخلاق، الفت و موانست کے ساتھ بزرگوں کی عزت، چھوٹوں پر شفقت، لحاظ و مروت اور ادب و آداب کی اعلیٰ قدروں کو واضح کیا جا سکے جس کے باعث آج کے مشینی دور کے بہت سے مسائل اُس زمانے میں سر ہی نہیں اٹھا سکتے تھے۔ آج ایک بڑا مسئلہ لڑکیوں کی شادی اور شادی کے بعد باہمی سلوک اور ناچاقیوں کا ہے۔ بچوں اور نوجوانوں کی بے راہ روی کا ہے آپس کے نفاق اور نزع کا ہے اور نہ معلوم کتنے سماجی مسائل ہیں جن سے ہم نبرد آزما ہیں۔ اسی نوعیت کے مسائل اُس زمانے میں بھی رونما ہوتے تھے مگر باہمی مشوروں سے حل کر لئے جاتے تھے ورنہ خاندان کے بزرگوں کے فیصلوں کو مانا جاتا تھا، بہر حال خاندانوں کی اعلیٰ اقدار بہت سے سماجی اور معاشرتی مسائل سے محفوظ رکھتی تھیں۔

سے ہوتا ہے ؎

کان کا لعل ہے اور دُر کا صدف دنیا میں
نام لیوا ہے مرا، میرا سخن میرے بعد

اخگر کو شاعری سے فطری لگاؤ تھا۔ قدرت نے اُن کو اعلیٰ ذوق سخن کی صلاحیتوں سے نوازا تھا۔ بہت چھوٹی عمر میں شعر کہنے لگے تھے شروع میں اشتیاق حسین ناطق بریلوی تلمیذ امیر مینائی سے اصلاح سخن لی تھی۔ جس کا ثبوت اخگر کے اس شعر سے بھی ملتا ہے ؎

صدقہ ہے فیض ناطق جنت پناہ کا
اخگر جو تم بھی ہو گئے یکتا سخن میں آج

چونکہ ناطق بریلوی امیر مینائی کے شاگرد تھے اس لئے امیر مینائی سے بھی انکو بڑی عقیدت تھی جس کا اشارہ حسب ذیل شعر میں اس طرح کرتے ہیں ؎

میں بلبل شیوا زباں اخگر ہوں باغ نطق[1] میں
رنگ ہے میری زباں میں صاف رنگ میر کا

بادی النظر میں ایسا معلوم ہوتا ہے کہ یہ اشارہ میر تقی میر کی جانب ہے اور میر سے عقیدت مندی بھی ہو سکتی ہے مگر سلسلۂ تلمذ کی نسبت سے یہ اشارہ امیر مینائی کی جانب ہی متوجہ کرتا ہے جس کا ثبوت اخگر کے اس شعر سے بھی ملتا ہے ؎

اخگر میں کس زبان سے اس کی صفت کروں
جیسی کہ ہے زبان جناب امیر صاف

اس سے قطع نظر کہ اخگر نے شروع میں ناطق بریلوی سے اصلاح سخن لی اور ان کے بعد بقول مولانا شاغل حضرت آگاہ سے شرف تلمذ اختیار کیا۔ یہ حقیقت ہے کہ ان کے غیر معمولی مشق اور ریاض سخن نے چھوٹی سی عمر میں ان کے کلام میں جلا کے ساتھ پختگی پیدا کر دی تھی اور اس کا انہیں بھی احساس تھا۔ چنانچہ فرماتے ہیں ؎

---

[1] اس شعر میں لفظ "نطق" سے ناطق بریلوی کی جانب اشارہ ملتا ہے جو امیر مینائی کے شاگرد تھے۔

کہتے کہتے شعر اخگرؔ تم بھی شاعر ہو گئے،
سچ یہ ہے ضائع نہیں ہوتا ہے انساں کا ریاض

اخگرؔ کے متعلق ان کے بزرگ معاصرین کا یہ کہنا تھا کہ وہ شاعری میں اپنی عمر سے کہیں آگے نکل گئے تھے اور اپنے ہم عمروں میں سب سے زیادہ مقبول شاعر تھے یہ مقبولیت ان کی شدید رقابت کا باعث بن گئی اور اس رقابت نے اتنی شدت اختیار کی کہ ان کے بعض ہمدرد معاصرین کو یقین تھا کہ اخگرؔ کو زہر دیا گیا ہے۔ یہ خیال صداقت سے کتنا قریب ہے یہ تو نہیں کہا جا سکتا لیکن شاید غیر شعوری طور پر ان کا یہ شعر اس پیشین گوئی کی علامتی حیثیت رکھتا ہے کہ زہر ان کی زندگی کے خاتمہ کا باعث ہو سکتا ہے ؎

گر زہر نہیں کھایا اخگرؔ نے جدائی میں
رنگت تو سنہری تھی پھر لاش ہری کیوں ہے

اخگرؔ کا خاندان وطن پرستوں کا خاندان تھا جس کے بہت سے افراد جنگِ آزادی میں شہید ہو گئے جو بچ رہے وہ آبائی وطن فرخ آباد سے ہجرت کر گئے اِن کا یہ شعر ان کی دلی کیفیات کا ترجمان ہے ؎

اخگرؔ یہ خوں بہا ہے شہیدانِ ناز کا
لیں گے ضرور غیر سے اہلِ وطن قصاص

اور شاید اسی لئے رہ رہ کر ان کو اپنے وطن کی یاد ستاتی تھی فرماتے ہیں ؎

غربت کی بے کسی کا بُرا ہو کہ دشت میں
آنکھوں میں پھر رہا ہے ہمارے وطن کا رنگ

اخگرؔ نے صرف ۳۱ سال کی عمر پائی اگر اس دور کے شعری ماحول اور اخگرؔ کے ذوقِ سخن کے ساتھ فطری شاعرانہ صلاحیتوں کو مدنظر رکھتے ہوئے اوسطاً دس بارہ سال کی عمر سے ان کی شعر گوئی کا آغاز مانا جائے تو ان کے شعر سفر کی مدت قریب بیس سال ہوتی ہے اس بیس سال کے عرصہ میں انہوں نے اتنا کہا ہے کہ ایک

ضخیم دیوان مرتب ہوگیا[1]۔ جو مختلف اصناف سخن پر مشتمل ہے۔ جس میں غزلیات کی تعداد زیادہ ہے۔ غزلوں کے علاوہ رباعیات، تضامین، خمسہ جات، تنظیمات اور تاریخی قطعات شامل ہیں۔

دیوان اخگرؔ کے مطالعہ سے پتہ چلتا ہے کہ شاعر کو زبان و بیان پر پوری قدرت اور دسترس حاصل تھی۔ انہوں نے اپنے دور کے کلاسیکی ادب اور اپنے زمانے کی زبان میں مستعمل ہونے والے الفاظ و محاورات کا اپنے کلام میں استعمال کیا ہے ایک شعر ملاحظہ ہو ؎

مجھ سے مل بیٹھیں وہ اخگرؔ کیا عجب کی بات ہے
دہر میں ہوتا ہی ہے انسان کا انساں سے ربط

---

[1] دیوان اخگرؔ کا ایک نسخہ منشی محمد ایوب خاں صاحب فضاؔ مرحوم کے پاس محفوظ تھا اور ایک نسخہ مولانا شاغلؔ نے کسی پنساری کی دوکان سے حاصل کر لیا تھا۔ جو ردی میں کسی نے پنساری کو فروخت کر دیا تھا۔ حضرت فضاؔ نے اخگرؔ کے دیوان کا نسخہ بھی مولانا شاغلؔ کو اس شرط کے ساتھ عنایت فرمایا تھا کہ جب مجھے ضرورت ہوگی میں لے لوں گا وہ نسخہ کافی عرصہ تک کتب خانہ شاغلؔ میں محفوظ رہا۔ اور اب مولانا آزاد عربک اینڈ پرشین ریسرچ انسٹی ٹیوٹ ٹونک کے "شاغل کلکشن" میں شامل ہے۔ اس کی وجہ یہ ہوئی کہ جب ٹونک میں عربک اینڈ پرشین ریسرچ انسٹی ٹیوٹ قائم ہوا تو ڈاکٹر ابوالفیض عثمانی نے اپنے برادر بزرگ پروفیسر ابوالفضل عثمانی صاحب کے مشورے کے بعد اپنے والد مولانا احترام الدین شاغلؔ مرحوم کے نام پر "شاغل کلکشن" قائم کرا دیا۔ اور اپنے کتب خانہ کے تقریباً ایک ہزار مخطوطات اور مطبوعات بطور عطیہ اُس ادارے کو پیش کر دیئے اسی گرانقدر عطیہ میں دیوان اخگرؔ کا مذکورہ نسخہ بھی شامل تھا۔ جس کا علم عثمانی صاحب کو نہیں تھا کہ وہ کس شرط کے ساتھ حضرت فضاؔ مرحوم نے مولانا شاغلؔ مرحوم کو عنایت فرمایا تھا۔ البتہ مجھے معلوم تھا کہ "ابّا" نے یہ دیوان مولانا شاغلؔ کو دیا تھا اور حسب ضرورت واپس لینے کی شرط بھی رکھی تھی۔ میں نے جب یہ بات عثمانی صاحب کو بتاتے ہوئے "دیوان اخگرؔ" عنایت کرنے کے

(مسلسل فٹ نوٹ اگلے صفحہ پر)

اسی طرح یہ شعر بھی قابل غور ہے ؎

لیناتھا بُل کی کاکل پر پیچ یار سے
خوشبو کی طرح اُڑ گیا مشک ختن کا رنگ

مندرجہ بالا شعر میں "بُل کی" استعمال کیا گیا ہے جو اب متروک ہو چکا مگر آخگر کے زمانے تک غالباً طاقت دکھانے کے معنیٰ میں استعمال ہوتا تھا۔

زبان و بیان پر قدرت کے باعث آخگر نے رعایت لفظی و معنوی سے بھی جا بجا خوب کام لیا ہے ملاحظہ ہو ؎

کہہ رہا ہے نفس سرد تری فرقت میں
سرد مہری کے سوا کچھ بھی مرے گھر میں نہیں

مسلسل فٹ نوٹ

لئے عرض کیا تو موصوف نے اپنے کتب خانہ کی فہرست دیکھنے کے بعد اظہار افسوس کرتے ہوئے فرمایا کہ ان کی لاعلمی کے باعث وہ دیوان ٹونک انسٹی ٹیوٹ کے شاغل کلکشن میں منتقل ہو گیا۔ عثمانی صاحب نے ادارہ کے ڈائرکٹر صاحب سے رابطہ قائم کیا مگر چونکہ وہ نسخہ ایک سرکاری ادارہ کی تحویل میں جا چکا تھا اور رجسٹر میں اندراج ہو چکا تھا لہٰذا اصل نسخہ کے ملنے میں قانونی قباحتیں رکاوٹ بنیں۔ بالآخر اس کی فوٹو اسٹیٹ کاپی حاصل کر کے عثمانی صاحب نے عنایت فرمائی۔ نیز کتب خانہ شاغل کا وہ نسخہ جو مولانا شاغل نے کسی دوکان سے حاصل کیا تھا وہ بھی عنایت فرما دیا۔ معمولی فرق کے ساتھ ایک نسخہ دوسرے نسخے کی نقل معلوم ہوتا ہے اور یہ نقل غالباً وہی ہے جو آخگر کے احباب فدا اور کوکب نے کی تھی جس کا حوالہ مولانا شاغل نے تذکرۂ شعرائے جے پور میں دیا ہے۔ میں ڈاکٹر عثمانی صاحب کا ممنون ہوں کہ موصوف نے مذکورہ نسخہ سے متعلق میرے والد حضرت فضا مرحوم کی شرط اور اپنے والد مولانا شاغل مرحوم کے اقرار کا صرف میرے کہنے پر احترام کرتے ہوئے نہ صرف دیوان آخگر کو عربک پرشین انسٹی ٹیوٹ سے واپس حاصل کرنے کے لئے کوشش کی اور اس کی فوٹو اسٹیٹ کاپی فراہم کرائی بلکہ اپنے کتب خانہ کا نسخہ بھی عنایت فرمایا جس کی بنا پر انتخاب کلام مرتب کیا جا سکا۔

ہم کو ملا کے خاک میں ظالم ہوا نہ صاف
لکھا جواب نامہ بھی خط غبار میں

کب تک اٹھائیں ہجر میں دن رات رنج و غم
حالت نہیں ہے اب تو دل و جان زار میں

مضمون کا اچھوتا پن بھی ملاحظہ کیجئے؎

یہ پنجۂ خورشید ہے دستِ نگاریں آپ کا
چور مہندی کے نہیں ہیں، ہیں یہ اختر ہاتھ میں

غزلیات کے آخر میں جو قطعات اور دیگر منظومات شامل ہیں، ان کے مطالعہ سے جہاں اخگرؔ کے فارسی پر عبور اور تاریخ گوئی میں مہارت کا اندازہ ہوتا ہے وہیں کچھ اور مفید اشارے بھی ملتے ہیں۔ مثلاً خواجہ قمرالدین راقمؔ شاگرد غالبؔ سے ان کا تعلق، اپنے دور کے بزرگ صوفیوں سے عقیدت حضرت خواجہ امیر خسروؒ، مولانا شیخ سعدیؒ، مولانا قدسیؒ اور حضرت مولانا عبدالقدوس گنگوہیؒ کے کلام سے خصوصیت سے متاثر ہونا، مولوی انوارالرحمٰن بسملؔ کی فرمائش کے مطابق سید میر قربان علی صاحب کے وصال پر قطعہ تاریخ کہنا اور حضرت شاہ خلیل الرحمٰن صاحب جمالی سے شرف بیعت حاصل ہونا وغیرہ وغیرہ

اخگرؔ کے کلام پر تبصرہ اہل ادب فرمائیں گے۔ میں مطمئن ہوں کہ اخگرؔ مرحوم کو دنیائے ادب میں روشناس کرا سکا اور ان کے متعلق جو بھی معلومات میرے سینے میں محفوظ تھیں انہیں ان چند صفحات پر منتقل کر سکا۔ راجستھان اُردو اکادمی، دیوان اخگرؔ کی اشاعت کے لئے یقیناً قابلِ مبارکباد ہے۔ ورنہ یہ ادبی سرمایہ شاید ہمیشہ ہمیشہ کیلئے پردۂ خفا میں رہ جاتا۔ "گر قبول افتد زہے عزّ و شرف"

خدا داد مونسؔ
سیٹلمینٹ آفیسر، کوٹہ

عبدالحمید اخگر

○
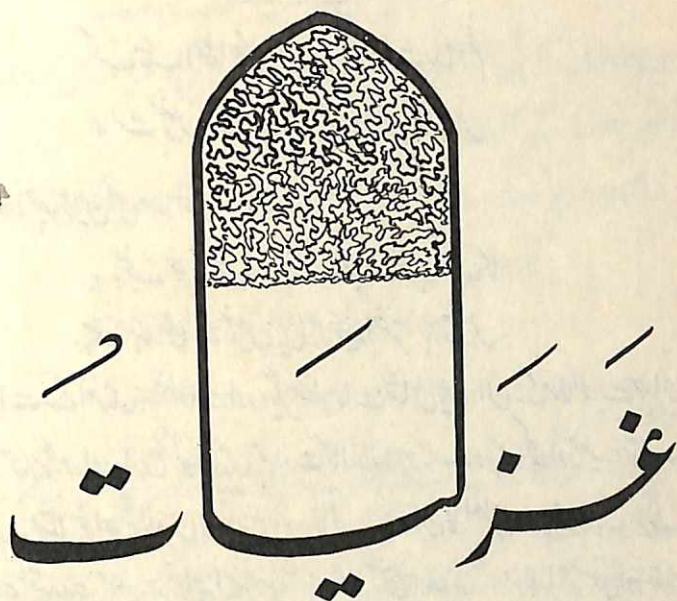
مرتب

خداداد مونس

○

ردیف الف

جو آنکھ ہو تو دیکھے ہر جا ظہور تیرا
ہر ذرہ سے ہے ظاہر اللہ نور تیرا

مخفی ہے پر عیاں ہے ظاہر ظہور تیرا
یکساں ہے اور برابر غیب و حضور تیرا

اے راح جام وحدت وہ ہے سرور تیرا
ہشیار ہو ابد تک ہرگز نہ چور تیرا

تا حشر ہوش آئے اس کو کبھی نہ جس کا
لذت کش زباں ہو ذوق طہور تیرا

حلقہ بگوش طاعت شمس و قمر ہیں تیرے
گردن نہادہ بردر دور دہور تیرا

ہوش و حواس ناشر منشور اور ناشر
شاعر کی تاب کیا ہے پائے شعور تیرا

ہے بیکنار ساحل دریائے معرفت کا
اخگر کی فکر ناقص کب ہو عبور تیرا

○

دہر میں جلوہ نما تھا مجھے معلوم نہ تھا
شکل انساں میں خدا تھا مجھے معلوم نہ تھا

آپ ہی غنچہ بنا اور بنا آپ ہی گُل
گُل میں بو ہو کے بسا تھا مجھے معلوم نہ تھا

ایک ہی نور دو عالم میں رہا جلوہ نما،
یاں نبی واں وہ خدا تھا مجھے معلوم نہ تھا

بنکے عیسیٰ کبھی مُردوں کے جلانے کے لئے
قم بھی تو نے ہی کہا تھا مجھے معلوم نہ تھا

طور پر جس نے کہ موسیٰ کو کیا تھا بے ہوش
جلوہ وہ خاص ترا تھا مجھے معلوم نہ تھا

منحصر تجھ پہ ہی اے فخرِ عجم نازِ عرب
سرِّ لولاک لما تھا مجھے معلوم نہ تھا

دیر و کعبہ میں کلیسا میں حرم میں اخگر
ہر جگہ وہ ہی خدا تھا مجھے معلوم نہ تھا

○

بشر کو قابَ قوسین تک ملے رتبہ رسائی کا
نگاہوں میں مرقع ہے کسی کی کبریائی کا

تصور جب کیا اس نقش پا پر جبہہ سائی کا
دلیلِ داغ رہبر بن گیا خود رہنمائی کا

لیا بار دو عالم اپنے ذمہ یوں سبک بنکر،
میں صدقے حوصلہ کیا ہے تری نازک کلائی کا

نگاہیں شوق سے بڑھتی ہیں دل کھنچتا ہے سینے سے
زمین کوئے یثرب میں اثر ہے کہربائی کا

تامل کیا ہے اٹھ کر بخشوا لو اپنی امّت کو،
لب مشکل کشا سے کام لو مشکل کشائی کا

قمر دو ٹکڑے ہو کر گر پڑا کیوں اک اشارے میں
کہیں ناخن نہ دیکھ آیا ہو انگشت حنائی کا

نکیریں اک ذرا محوِ تصور مجھ کو رہنے دو،
ہٹو بالیں سے یہ موقع نہیں ہے ہاتھا پائی کا

فلک کو اک اسد پر ناز ہے اللہ رے قدرت
محمد وہ کہ ضیغم ہے دو عالم کی ترائی کا

شب معراج واں تھی عاشقی یاں شانِ محبوبی ،
خدا سے کوئی پوچھے جا کے عالم خوش لقائی کا ،

نہ کیوں معراج ہو گرد مزار خاک اخگر کو
تمہارے آستاں تک مل گیا موقع رسائی کا

اس جگہ دیکھا گذر اس صاحب لولاک کا
ہے جہاں مشکل پہنچنا عقل اور ادراک کا

جب صفت فرمائے خالق پھر لکھے گا کیا قلم
رعب سے سینہ ہے شق اس توسن چالاک کا

نور احمدؐ جلوہ گر جب آ کے دنیا میں ہوا
ہو گیا افلاک سے بڑھ کر نصیبہ خاک کا

آپ کے باعث ہوئی سب عزت کرسئ و عرش
مرتبہ دونا ہوا معراج سے افلاک کا

آپ کی فرقت میں اے محبوب رب العالمیں
حال کچھ نوع دگر ہے اس دل غمناک کا

لوح قدرت پر قلم نے سر جھکایا عجز سے
نام جس دم سن لیا اس نے شہ لولاک کا

ذات احمدؐ اور احد میں فرق کچھ اصلاً نہیں
بن گیا اس نور کا پردہ یہ پتلا خاک کا

ہم گنہگاروں کو زاہد خوف کیا ہے حشر سے
آسرا ہے سب کو اس محبوب رب پاک کا

جز ترے محشر کے دن محبوب رب العالمیں
کوئی بھی حامی نہیں اس اخگرؔ غمناک کا

○

بہر آمرزش ہے کافی اک تمہارا دیکھنا
یا محمد مصطفےٰؐ ہاں ہاں خدارا دیکھنا

تجھ کو کیا نسبت ہے گیسوئے رسولِ پاکؐ سے
کھول کر آنکھیں ذرا او مشک سارا دیکھنا

پھر مرا سینہ بنا ہے مطلع خورشید حسن،
دل میں عشق مصطفےٰؐ ہے جلوہ آرا دیکھنا

سوزِ فرقت نے ترے اے ہاشمی امّی لقب
خاک کر ڈالا ہے جان و تن ہمارا دیکھنا

ق

انگلیاں اٹھیں کہ وہ پہنا شفاعت کا لباس
لو وہ کملی والے نے کمبل اتارا دیکھنا

وہ ہوئی تیاریٔ معراج وہ پہنی عبا،
شانہ یٰسین نے گیسو سنوارا دیکھنا

جانب یثرب پہونچ جائیں گے آخگر ایک دن
اوج پر ہوگا جو قسمت کا ستارا دیکھنا

نعت

جس دل میں عشق حضرت خیر الوریٰ ہوا
بیشک وہ شخص واصل ذات خدا ہوا

کیا کہہ سکے کوئی شبِ اسریٰ میں کیا ہوا
احمد احد کی شکل میں جلوہ نما ہوا

عیسیٰ ہوں لاکھ موسیٰ عمراں ہزار ہوں
پر تجھ سے مرتبہ میں کوئی کب سوا ہوا

تھا سب سے پہلے نور درخشندہ عرش پر
ہر چند سب کے بعد ظہور آپ کا ہوا

ق

اسریٰ کی شب امین نے کی عرض یا رسول
چلئے بسوئے عرش ہے مرکب کسا ہوا

اٹھے حضور باندھی کمر احتشام سے
عمامہ سر پہ جلوۂ نور خدا ہوا

پہنی قبائے نور تن نازنیں میں پھر
وہ نور پاک عازمِ عرش علیٰ ہوا

تھا وہ براق برق قدم زیر ران شاہ
اک آن میں زمین سے فلک پر ہوا ہوا

القصہ پہونچے وہ شہِ دیں دم کے دم میں واں
تھا مرغ عقل کل بھی جہاں پر جلا ہوا

سب پردہ ہائے نور و ظلم کر کے دم میں طے
وہ نور خاص واصل نور خدا ہوا

محبوب اور محب میں رہا نام کو نہ فرق
حاصل ہر ایک دل کا غرض مدعا ہوا

سب کام کر کے آ گئے واپس رسولِ پاک
بستر ہنوز آپ کا ٹھنڈا نہ تھا ہوا

احسن اگر نگاہِ لطف نبیؐ ہے تری طرف
تو شاد ہو کہ تجھ پہ یہ فضلِ خدا ہوا

میں ہجر میں بھی زمزمہ سنج سرود تھا
ہر نالہ دل کا ہم نفس بانگ عود تھا

جب تک ش پائے بند خیال قیود تھا
ہر بند ناکشادگیٔ دل کشود تھا

یہ سب نزاع تا بہ نمود وجود تھا
جب مٹ گیا نہ ماند رہا اور نہ بود تھا

اللہ رے ذوق ناصیہ سائی کہ بعد مرگ
ہر سنگ لوح قبر کا نقش سجود تھا

اٹھے جو درد دل سے گرے غش میں ضعف سے
اپنا تو یہ ہبوط ہے اور وہ صعود تھا

محروم جلوہ رنگ دوئی نے اسے رکھا
نظارۂ کلیم حجاب ورود تھا

اللہ رے لاغری کہ کفن میں قتیل کے
عنقا کا بال بافتہ تار و پود تھا

سودائے زلف آج ہی کچھ میرے سر نہیں
میں تو ازل سے سلسلہ گیر قیود تھا

اٹھے جو شکلِ آہ تو بیٹھے مثالِ دود
فرقت میں وہ قیام رہا یہ قعود تھا

ہستی عدم فسانے ہیں گر غور کیجئے
معدوم عین عین میں عینِ وجود تھا

برق نگاہِ یار نے پھونکا دل و جگر
اک آگ تھی کہ جس میں شرر تھا نہ دود تھا

اخگر کو کیا ہوا کہ وہ رندوں میں مل گیا
کل تک حرم میں محو طواف و سجود تھا

○

ماحئ الفت جو میرا کامراں ہوجائے گا
بے نشانی کا نشاں بڑھکر نشاں ہوجائیگا

چشم دل پیدا کرے گی رتبۂ عین الیقیں
حد فاصل پر جو گم پیک گماں ہوجائیگا

تیرے دامن کو نہ چھوڑے گا غبار کشتگاں
گر جھٹک دے گا تو گرد کارواں ہوجائیگا

کیا بگڑ جائے گا تیرا اشہسوار اسپ ناز
جو گذر سوئے مزار بے کساں ہوجائیگا

ریش پنہاں کو نمکداں کی ضرورت کچھ نہیں
لب ہلا دو اندمال زخم جاں ہوجائیگا

پڑ گیا گر صبر ہم سے بے کسوں کی آہ کا
حال تیرا ہم سے بدتر آسماں ہوجائیگا

دیدۂ دل کھینچ لے گا عکس سے تصویر یار
گر تصور سے تصور بھی نہاں ہوجائیگا

حالت درد جگر میں کہہ تو دوں ہمدم مگر
بدگماں کچھ اور بھی وہ بدگماں ہوجائیگا

یاں تجلّی زار دل آٹھوں پہر ہے اے کلیم
طور کا جلوہ نہیں ہے جو نہاں ہوجائیگا

ہنس کے اخگر وہ چڑھائیں گے اگر دو ایک پھول
تختہ مرقد مرا باغِ جناں ہو جائے گا

○

شوق پابوس جو ہر لحظہ عناں گیر بھی تھا
سُمِ توسن میں ہمارا دل نخچیر بھی تھا

تھرتھرانے میں زمیں کیا فلک پیر بھی تھا
ساتھ جب آہ کے یہ نالۂ شبگیر بھی تھا

بے سبب جانب مقتل وہ نہ تھے گرمِ خرام
خونِ ناحق کسی کشتہ کا عناں گیر بھی تھا

دمِ نظارہ وہ جلوہ تھا کہ میں حیرت سے
شکلِ آئینہ بھی تھا صورتِ تصویر بھی تھا

اک فقط قتل ہی میرا نہ انہیں تھا منظور
ہر گھڑی لب پہ وہاں نعرۂ تکبیر بھی تھا

اور تو کچھ دلِ مضطر کی نہیں مجھکو خبر
یہ فقط یاد ہے پہلو میں کوئی تیر بھی تھا

ایسے گلشن کا میں طائر ہوں کہ جس کا اخگر
خوشہ چین جس کا رہا ذوقؔ بھی تھا میرؔ بھی تھا

○

جما جو آنکھ میں نقش جمال یار رہا
تو دل سے چشم تصور پہ میں نثار رہا

تمہارے کوچہ میں اک عمر خاکسار رہا
ہوا نے خاک جو برباد کی غبار رہا

وہ چشم مست جو دیکھی تو پھر خبر نہ رہی
کہ کون چور ہوا کون ہوشیار رہا

وہ قیس وقت وہ فرہاد عہد ہوں میں بھی
کہ میرے نام سے الفت کو افتخار رہا

دلیل صاف ہے نرگس کا قبر پر اگنا،
کہ بعد مرگ بھی کشتہ کو انتظار رہا

مرا خیال ہے وہ شاہباز صدر رہ نشیں
کہ جو نہ قید قیود شش و چہار رہا

بنا جو عشق میں آزاد گی پسند اخگر،
سدا وہ قید تعلق سے رستگار رہا

○

گلے پر خنجرِ بیداد رکھنا
مگر کچھ سوچ کر جلاد رکھنا
وفاؤں پر روا بیداد رکھنا
یہ طرزِ ظلم ظالم یاد رکھنا
حرارت انتہا کی ہے رگوں میں
سمجھ کر نشتر اے صیاد رکھنا
وہ صبحِ وصل ان کا کل کا وعدہ
مرا گھبرا کے کہنا یاد رکھنا
بہار آئی ہے پھر وحشت بڑھے گی
مہیا بیڑیاں حداد رکھنا
کہیں خط دے کے رہ جانا نہ ششدر
کہیں جو کچھ وہ قاصد یاد رکھنا
مناسب ہے تمہیں بھی کچھ تو آخر
لحاظِ خاطرِ ناشاد رکھنا
سرِ میدان جاں کے دینے والے
ہمیں ہیں یہ ہمیں ہیں یاد رکھنا
جو آیا لب پہ نالہ پھونک دے گا
فلک کیا عرش اخگر یاد رکھنا

○

جب سے اس کی نگہ ناز کا بسمل ٹھیرا
صورت برق کہیں بھی نہ میرا دل ٹھیرا

غش میں بالیں پہ جو وہ حور شمائل ٹھیرا
جاں نے پائی وہ تسکیں کہ میرا دل ٹھیرا

خود ٹھیر جائے گا لیلیٰ سر خاک مجنوں
کون کہتا ہے کہ تو نجد میں محمل ٹھیرا

بد حواسی سے تری ہوش نہیں میرے بجا
نامہ بر بات سے پہلے تو ذرا دل ٹھیرا

ہے یہی جذب شہادت کہ ترا گردن پر
شوق بسمل کی طرح ہاتھ نہ قاتل ٹھیرا

ناتوانی کا برا ہو کہ رہ الفت میں
دو قدم بھی ہمیں چلنا کئی منزل ٹھیرا

تربت قیس سے آخگر یہ صدا آتی ہے
سارباں اب تو خدا کے لئے محمل ٹھیرا

○

دکھا رہی ہے تیری سادگی پھبن کیا کیا
ادا ادا سے ٹپکتا ہے بانکپن کیا کیا

ہوائے گلشن عالم یہ دے رہی ہے خبر
کہ مٹ گئے ورق دہر سے چمن کیا کیا

تمہارے عارض پر نور سے جو دی نسبت
عرق عرق ہوئی خجلت سے یاسمن کیا کیا

جو یاد آئے ترے بوسہ ہائے لب دل کو
تو لطفِ ذوق نے کاٹے لب و دہن کیا کیا

فلک کے جور عدو کی خلش فراق کا غم
نہ پوچھئے کہ سہے عشق میں محن کیا کیا

شگوفہ گل تر سے جو دی اُسے نسبت
بگڑ بگڑ کے بنا غنچۂ دہن کیا کیا

بتاؤں کیا تجھے آخگر کہ چشم ساقی سے
شب گذشتہ رہی مست انجمن کیا کیا

○

میں ہوں اور وردِ زباں ہے صفحہ بابِ عشق کا
ہے سبق از بر مجھے گویا کتابِ عشق کا

سینۂ مجروح میرا جلوہ زارِ مہر مہر
دل میرا پرتو فگن ہے آفتابِ عشق کا

جذبۂ دل نے دکھایا کچھ اثر اپنا کہ وہ
پوچھتے ہیں حال مجھ خانہ خرابِ عشق کا

لطف میں جس کے یہ رسوائی یہ ذلت ہے نصیب
کیا ٹھکانہ ہے الٰہی پھر عتابِ عشق کا

ہر گلی کوچہ میں اے دل پیچ و خم ہیں پیچ پیچ
راستہ سیدھا نہیں کچھ پیچ و تابِ عشق کا

صدر دیوانِ ازل میں یوم خلق کائنات
میں سر دفتر رہا ہوں انتخابِ عشق کا

ہم کو اے اخگر گلستانِ محبت حفظ ہے
سینہ جزدان ہے ہمارا پنج بابِ عشق کا

○

غضب انداز ہے اس سرو قد شمشاد قامت کا
ٹھٹکنا ہے جو آفت کا تو چلنا ہے قیامت کا

وہ دل ہی جانتا ہے جو مصیبت ہجر میں گذری
ان آنکھوں سے کوئی پوچھے سماں شبہائے فرقت کا

خدا جانے کہ کس انداز پر دل آ ہی جاتا ہے
محبت سے تعلق کچھ نہیں ہے شکل و صورت کا

کھٹک خارِ مغیلاں سے لڑائی انکے درباں سے
کہیں کا بھی نہ رکھا ہو برا اس جوش وحشت کا

مئے احمر کی غٹ غٹ ہے پری پریوں کا جھمگٹ ہے
بھلا یہ کونسا موقع ہے اے ناصح نصیحت کا

کسی خورشید رو کے عکس سے ایسا ہوا ششدر
کہ آئینہ بنا ہے خود بخود آئینہ حیرت کا

نہ مانی ایک تم نے لاکھ سمجھایا تمہیں اخگر
پھر آخر آپ ہی دیکھا نتیجہ ان کی الفت کا

○

مانا ہے سب نے لوہا اس ترک تیغزن کا
دم بند ہو گیا ہے مردانِ صف شکن کا

جورِ بتاں کا شکوہ کیا تاب لب تک آئے
چھاتی پہ رکھ لیا ہے پتھر ہزار من کا

ایماں کا اپنے ناصح اب تو خدا ہے حافظ
رشتہ بڑھا ہوا ہے زنّار برہمن کا

پیری میں رخت ہستی جب چاہا پھاڑ ڈالا
مشکل ہے کیا اترنا اس جامۂ کہن کا

میں اور رقیب دونوں یکساں ہیں زار لیکن
اک خار دشت کا ہے اک خار ہے چمن کا

مرنے کے بعد دونوں شاہ و گدا ہیں یکساں
محتاج جس کو دیکھو ہے ہاتھ بھر کفن کا

فرقت میں حالت اپنی اخگرؔ میں کیا بتاؤں
دشمن بنا ہوا ہے ہر تار پیرہن کا

○

دل ہی قابو میں نہیں پاس حیا کا کیسا
ہائے الفت نے مجھے کر دیا رسوا کیسا

روز دیتے ہو قیامت کا سہارا کیسا
واں بھی ملنے کے نہیں وعدۂ فردا کیسا

چین لینے نہیں دیتا دل مضطر دم بھر
یہ میری جان کا دشمن ہوا پیدا کیسا

اپنے پہلو میں نہیں دل ہی تمنا کس کی
جب تمنا ہی نہیں خون تمنّا کیسا

اپنی قسمت ہی بری ہو تو شکایت کس کی
گلۂ دوست ہے کیا شکوہ اعدا کیسا

قتل محرومیٔ قسمت نہیں ہونے دیتی
تم تو قاتل ہو تمہیں خوف خدا کا کیسا

لب جاں بخش میں قدرت ہے مسیحائی کی
ان کو اک بات میں آتا ہے جلانا کیسا

میری بالیں سے نہ جا نزع میں برہم ہو کر
بدگماں دم ہے نکلنے کو سنبھالا کیسا

سر سے پا تک صفت سرو چراغاں ہوں میں
آتش عشق نے اخگر مجھے پھونکا کیسا

○

لے کے شمشیر پئے قتل جو قاتل آیا
سر کٹانے کے لئے شوق سے بسمل آیا

رشک سے داغ ہوا ابر سے منہ ڈھانپ لیا
جس گھڑی سامنے اس کے مہِ کامل آیا

جس کی عادت میں ستم خو میں ہے جس کی بیداد
اس ستم کیش جفا جو پہ مرا دل آیا

خاک مرقد سے اٹھی اور لگی ہونے نثار
تربتِ قیس پہ لیلیٰ کا جو محمل آیا

حال بیتابیٔ دل کہہ نہ سکے کچھ اخگرؔ
جس گھڑی وہ ستم ایجاد مقابل آیا

○

غضب ہے کہ دل مبتلا ہے کسی کا
گرفتار زلف دوتا ہے کسی کا

تمہیں کچھ خبر بھی ہے اے جانِ عالم
کہ تم پر دل آیا ہوا ہے کسی کا

ہوا غرق دل جس کے بحر طلب میں
وہ بیدرد کب آشنا ہے کسی کا

ادھر بھی ہو اک وار تیغ نظر کا
بڑی دیر سے سر جھکا ہے کسی کا

کرے گھر جو اخگرؔ کسی بت کے دل میں
کہاں ایسا نالہ رسا ہے کسی کا،

○

تم چال کیا چلے کہ ستم ہو کے رہ گیا
سو بار حشر زیرِ قدم ہو کے رہ گیا
وہ سروقد جو سیرِ چمن کو نکل گیا
سروِ سہی سلام کو خم ہو کے رہ گیا
مجھ سا بھی بدنصیب نہ ہوگا جہاں میں
سو بار اس کا مجھ پہ کرم ہو کے رہ گیا
حسرت بھری نگاہ سے دیکھا جو وقتِ قتل
قاتل کا ہاتھ مجھ پہ علم ہو کے رہ گیا
ان روزوں اپنی طبع کا اخگر ہر ایک جوش
جتنا بڑھا تھا اتنا ہی کم ہو کے رہ گیا

○

آج گھر میں مرے وہ رشکِ گلستاں آیا — مژدہ اے دل کہ سہی سروِ خراماں آیا
میں وہ آوارۂ صحرائے جنوں ہوں ہمدم — وحشتِ دل سے میری تنگ بیاباں آیا
پسِ مردن کششِ دل نے دکھایا یہ اثر — قبر تک نعش کے ہمراہ وہ گریاں آیا
دل ہی خود سینہ سپر بنگیا آگے بڑھکر — عجب انداز سے ظالم تیرا پیکاں آیا
للہ الحمد کٹی راہِ مشقت اخگر
لے مبارک ہو تجھے کوچۂ جاناں آیا

○

ترے انداز نے رہنے کو ڈھونڈا ہے مکاں کیسا
ہوا ہے خانۂ دل میں میرے آکر نہاں کیسا

کبھی کا پھونک دیتا آہ آتشبار سے لیکن
نہیں معلوم جل کر رنگ لائے آسماں کیسا

کہوں کیا ضبط الفت کا اگر خوگر نہ ہوتا میں،
ہلاتا عرش کو نالوں سے اپنے آسماں کیسا

فضائے لامکاں سے بھی تو اونچا ہے مکاں میرا
میں کیا جانوں زمیں کہتے ہیں کس کو آسماں کیسا

وہ جس سے پھر گئے یہ فتنہ گر بھی پھر گیا اس سے
ادا آموز ہے ان کی نگہ کا آسماں کیسا

یہ سب الفت کا باعث ہے جو میں مجبور ہوں ظالم
ستم ورنہ ترا کیا چیز جور آسماں کیسا

نشانِ لوح بھی باقی نہ رکھا چرخ نے اخگر
کیا اُس نے مزار بیکساں کو بے نشاں کیسا

○

وحشت دل نے ارادہ پھر کیا کہسار کا
نام تک باقی نہیں جیب و قبا میں تار کا

آپ ہی مر جائیں گے اپنا گلا ہم کاٹ کر
مفت کیوں احسان لیں قاتل تری تلوار کا

نام باراں لے ہماری چشم تر کے سامنے
حوصلہ کس دن ہوا یہ ابر دریا بار کا

سر جھکا ہے وار کیجے کس لئے تاخیر ہے
کاٹ ہم بھی آج دیکھیں آپ کی تلوار کا

حضرت واعظ ملے اخگر ہمیں کل رات کو
راستہ وہ پوچھتے تھے خانہ خمار کا

○

گو ہر اک دور میں بدلا کیا عالم اپنا
درد دل کا نہ ہوا پر نہ ہوا کم اپنا

فرقت یار میں دو چار گھڑی رو لینا
بس یہی شغل رہا کرتا ہے ہمدم اپنا

خوب آرام سے گذرے گی ہماری شب ہجر
درد غمخوار ہے اور یار دلی غم اپنا

میری بالیں پہ پس مرگ بصد رنج و الم
حسرتیں کرتی ہیں سر کھول کے ماتم اپنا

وحشت دل کی تسلی کے لئے اے اخگر
پھر ہے صحرا کی طرف عزم مصمم اپنا

○

کہا میں نے تمہارے سوزِ غم نے اک جہاں پھونکا،
تو بولے سن کے کیا پھونکا کسے پھونکا کہاں پھونکا

کلیجے کو جلایا اور دل کا خانماں پھونکا
نہ کس کس چیز کو تو نے مرے سوزِ نہاں پھونکا

کہو پھر کون سے گھر میں تجلی حسن کی ہوگی،
اگر عاشق کا تم نے خانہ دل مہرباں پھونکا،

غضب تو نے کیا صیاد اس فصل بہاری میں
دئے پر کاٹ بلبل کے اور اس کا آشیاں پھونکا

تمہارے خانہ دل میں نہ کی تاثیر اس نے بھی
اگرچہ سوزش دل نے ہماری اک جہاں پھونکا

یہ کس بیکس کے سوز آہ کی تاثیر ہے یارب
لگائی آگ جس نے چرخ میں اور لامکاں پھونکا

ہمیں احؔغر کسی کے آتشیں رخ کے تصور نے
جلایا اس قدر آخر کہ مغز استخواں پھونکا

○

ابروئے قاتل سے جو اُلجھا کیا
زیرِ خنجر حشر تک تڑپا کیا
چار آنکھیں جب ہوئیں اُس شوخ سے
آئینہ حیرت سے منہ دیکھا کیا
جس قدر نظروں سے تم چھپتے رہے
دیدۂ دل نے تمہیں پیدا کیا
تم دیکھا یا نہ دیکھا ہو مگر
دیکھنے والا تمہیں دیکھا کیا
دیکھ کر بدلی ہوئی اُس کی نظر
رنگ کیا کیا آسماں بدلا کیا
وہ گلا کاٹا کئے تلوار سے
میں نگاہ شوق سے دیکھا کیا
تنگ آئے اب تو آخر دل سے ہم
ڈھنگ ظالم نے بُرا پیدا کیا

○

حال کیا پوچھتے ہو عشق کے بیماروں کا
کچھ مداوا بھی کرو آکے دل افگاروں کا

حشر میں کام نہیں تیرے گنہگاروں کا
ایک محشر ہی جدا ہو گا طلبگاروں کا

بڑھتا جاتا ہے تصور مجھے ان چاروں کا
زلف کا خال کا خط کا ترے رخساروں کا

مثل سیماب تڑپتا ہوں تری فرقت میں
بستر گل بھی مجھے فرش ہے انگاروں کا

جنس دل ہم بھی لئے جاتے ہیں دیکھیں کیا ہو
آج بازار میں مجمع ہے خریداروں کا

موت آتی بھی نہیں جان سے جاتے بھی نہیں
ناک میں دم ہے ترے عشق کے بیماروں کا

جا کے گلشن میں ہر اک غنچہ و گل کو دیکھا
کوئی ہمسر نہ دہن کا ہے نہ رخساروں کا

آج مقتل میں اگر گنج شہیداں بن جائے
نام رہ جائے گا قاتل تری تلواروں کا

درد سے آہ جو کی میں نے تڑپ کر آخر
منھ ذرا سا نکل آیا مرے غمخواروں کا

○

کہوں کیا میں شب فرقت عجب حال پریشاں تھا
جگر میں درد دل میں سوز لب پر شور افغاں تھا

کھٹک پیہم تھی جس کی اور جس کا درد پنہاں تھا
وہ اک جانچا ہوا تیرا خدنگ ناز پیکاں تھا

کیا جب قتل تم نے مٹ گئے رنج والم سارے
تمہاری تیغ کے قبضہ میں میرے دل کا درماں تھا

وہ تم تھے جو شکایت پر سنائیں گالیاں لاکھوں
نہ نکلا کچھ مرے منھ سے کہ آخر میں بھی انساں تھا

اگر تھا فرق مجھ میں اور مجنوں میں تو بس اتنا
مری قسمت میں زنداں اس کی قسمت میں بیاباں تھا

کشاکش ہائے پیہم وصل کی شب لطف دیتی تھی
کبھی دامن تھا ان کا اور کبھی میرا گریباں تھا

سنا ہے مرتے دم تک بت پرستی کام تھا ان کا
عبث کہتے ہیں اخگر کو کہ وہ مرد مسلماں تھا

○

وفورِ گریہ بنیادِ فنائے ساز و ساماں تھا
درو دیوار کیا تھمتے کہ دم میں گھر بیاباں تھا
خنک دل غیر تھا تو بھی چلا جاتا تھا محفل میں
اثر پھیلا ہوا کتنا تیرا اے سوزِ پنہاں تھا
میری اس سخت جانی سے بنی ہے بات دشمن کی
چھری میرے گلے پر رکھ کے خود قاتل پشیماں تھا
وفورِ پستئ تقدیر نے یہ رنگ دکھلایا
کہ فرطِ جوش میں اپنا گریباں چاک داماں تھا
سنا ہے پیاس میں پانی پلا دیتے ہیں بسمل کو
مگر تقدیر میں لکھا ہماری آبِ پیکاں تھا
صدا آتی ہے یہ دارا و قیصر کے مزاروں سے
کہ آخر کار قسمت میں یہی شہرِ خموشاں تھا

بالآخر ہو گیا اعنگر ہوائے دہر سے ثابت
وجودِ ہستئ انساں چراغِ زیرِ داماں تھا

○

پاس عزت نہ خوف ذلت کا — ہو الٰہی بُرا محبت کا
پھر بیاباں نوردیاں ہیں وہی — رنگ بدلا ہے پھر طبیعت کا
ان کو ایذا رسانی تھی مقصود — تھا بہانہ فقط عیادت کا
شکر کرتے بھی اب تو ڈرتا ہوں — کوئی موقع نہیں شکایت کا
اب کسی کا بھی آسرا نہ رہا — اک سہارا تھا جذب الفت کا
خاک میں بھی مِلا کے صاف نہیں — کچھ ٹھکانا ہے اس کدورت کا

عمر گذری فراق میں اخگر
خاتمہ ہو گیا محبت کا

○

دل کے کہنے میں آکے دیکھ لیا — اس کے کوچہ میں جا کے دیکھ لیا
ہم نہ کہتے تھے خود غرض ہے یہ — غیر کو آزما کے دیکھ لیا
کیوں تہہ تیغ ہم نے اُف بھی کی — وار تم نے لگا کے دیکھ لیا
دیکھو پچھتاؤ گے نہ کہتے تھے — غمزدوں کو ستا کے دیکھ لیا

جو کہا کرتے تھے وہ پیش آیا
دل کو اخگر لگا کے دیکھ لیا

○

کبھی رُخ سے پردہ اٹھایا تو ہوتا مجھے محو حیرت بنایا تو ہوتا
نکلتے مرے دل کے ارمان لاکھوں کوئی ہاتھ قاتل لگایا تو ہوتا
تمہیں بھی تو کھلتی حقیقت جفا کی کسی سے کبھی دل لگایا تو ہوتا
کبھی آ کے سینہ سے لپٹتے تو ہوتے مرا داغ فرقت مٹایا تو ہوتا
جو اخگر کو تم نے بنایا تھا کیفی
کوئی جام صہبا پلایا تو ہوتا

○

زلف مشکیں میں نہاں گر رُخ زیبا ہوگا چاندنی رات پہ وہم شب بلدا ہوگا
کیا کہوں ہجر میں گریہ سے مرے کیا ہوگا اشک جو چشم سے نکلے گا وہ دریا ہوگا
داغ دل داغ جنوں داغ جگر ان کے سوا نہیں معلوم میرے سینہ میں کیا کیا ہوگا
قتل کرنے میں مرے کیوں ہے تغافل اتنا بار سر دوش سے اترے گا تو اچھا ہوگا
حالت زار مری دیکھ کے عیسیٰ نے کہا ایسے بیمار کا ہم سے نہ مداوا ہوگا
اور اک حشر قیامت میں نظر آتا ہے تیری رفتار سے فتنہ کوئی اٹھا ہوگا
کون اخگر ہو طلبگار امارت سچ ہے
خاکساری ہیں کٹے عمر تو اچھا ہوگا

○

نیا انداز ہے ان روزوں اس کافر کے جوبن کا
جوانی ہے امنگوں پر گیا عالم لڑکپن کا

غضب حیرت اثر جلوہ ہے اس کے روئے روشن کا
رکھا باقی نہ جس نے ہوش ہمدم جان اور تن کا

اڑا رنگ رُخ گُل زلف سنبل ہو گئی برہم
کیا اس سرو قد نے جب ارادہ سیر گلشن کا

کٹی بستی میں شب تو دن گذارا کوہ و صحرا میں ،
نہ پوچھو ہمدمو مجھ سے پتہ میرے نشیمن کا

برستی ہے غضب کی بیکسی گور غریباں پر
نہ پھولوں کا پتہ ہے نے پتہ ہے شمع مدفن کا

گریباں چاک کرنا گل نے سیکھا میری وحشت سے
مرے نالوں سے بلبل نے اڑایا ڈھنگ شیون کا

میری عزت ہی رہ جائے اٹھا لے گر اجل اخگر
کہ اس سفاک عالم نے رکھا ہے سوگ دشمن کا

○

کھینچ کر روزِ ازل نقشہ زیبا تیرا
خود مصور ہی ہوا والہ و شیدا تیرا

کیا ہوا آج وہ اعجاز مسیحا تیرا
کس کی رفتار نے دعویٰ کیا جھوٹا تیرا

آج جتنا بھی ستانا ہے ستالے ظالم
فیصلہ حشر پہ ٹھہرا ہے ہمارا تیرا

دل میں ارمان نہیں اور جو ہے تیرا ہے
سر میں سودا نہیں اور ہے بھی تو سودا تیرا

تو جو پہلو سے اٹھا جان نے مانگی رخصت
ملک الموت کی آمد ہوئی جانا تیرا

حضرت عشق کی سرکار سے جاگیر ملی
اے جنوں کوہ بھی تیرا ہے یہ صحرا تیرا

آخر کار پھنسا زلف میں اس کی اخگر
دلِ بیتاب نے کہنا جو مانا تیرا

○

تدبیر سے نہ عقدۂ تقدیر وا ہوا
وہ اور منتوں سے ہماری خفا ہوا

مستو اٹھو کہ ابر ہے ہر سو گھرا ہوا
رندو چلو کہ باب مغاں ہے کھلا ہوا

چھوڑا نہ بعد قتل بھی رنگ وفائے عشق
خون میرا دست یار میں رنگ حنا ہوا

کرتا ہوں میں جو شکوہ فرقت شب وصال
کہتے ہیں ہنس کے جانے بھی دو جو ہوا ہوا

آنکھوں سے نیند اڑ گئی دل سے گیا قرار
اس کا خیال آتے ہی کیا جانے کیا ہوا

یہ بھی کوئی طریق محبت ہے حیلہ جو
مجھ سے کیا تو غیر سے وعدہ وفا ہوا

میں ہوں وہ عندلیب شرر دم بلند اوج
ہے چرخ آشیانہ مرا پر جلا جلا ہوا

تیر نگاہ یار سے سینہ ہے چور چور
دل بھی بھنا ہوا ہے جگر بھی بھنا ہوا

خود رفتگی برا ہو ترا وقت واپسیں
بالیں پہ وہ جو آئے تو گم مدعا ہوا

رک رک کے چل رہا ہے دم قتل حلق پر
خنجر بھی تیری طرح ہے مجھ سے پھرا ہوا

اختر تم اس زمیں میں لکھو اور اک غزل
مضمون ہو نہ جس میں پرانا بندھا ہوا

میں ضعف سے زمیں پہ ہوں ایسا پڑا ہوا
جیسے کہ نقش پا ہو کسی کا مٹا ہوا

تو ایک دشت نجد پہ نازاں ہے قیس بس
یاں حد لامکاں سے ہے ڈانڈا ملا ہوا

اللہ رے ضعف یار کی تعظیم کے لئے
اٹھا جو میں تو تار نظر اک عصا ہوا

الیاس و خضر کو یہ کہاں لطف زندگی
جینے کو لاکھ سال جئے بھی تو کیا ہوا

بیشک وہی ہے منزل مقصد پہ باریاب
اپنی فنا سے جو کوئی پہلے فنا ہوا

دریائے اشک چشم سمجھ کر بکھیرنا،
ہے ہر یتیم خون جگر سے پلا ہوا

حل سارے عقدے ہو گئے رنج و فراق کے
ڈورا تمہاری تیغ کا مشکل کشا ہوا

میری فغاں سے اور انہیں کد ہوئی سوا
وہ نالہ نارسا ہی رہا جو رسا ہوا

یہ سب ہوائے زور ہے تا یاب مدرسہ
زاہد جو میکدہ میں گیا بے ریا ہوا

اے قیس اپنے نالہ کی آویزشیں تو دیکھ
ہمراہ ناقہ بن کے صدائے درا ہوا

کیا جانے کیا بنی ہے دل و جاں پہ ہجر میں
ہر ایک پوچھتا ہے کہ اخگر کو کیا ہوا

○

طفل دل ہے قد موزوں کا الف خواں اپنا
کوچۂ عشق ہے بچپن سے دبستاں اپنا

حجر اسود کعبہ ہو مبارک تجھے شیخ
ہم کو درکار ہے سنگ در جاناں اپنا

اللہ اللہ رے لذت تیری تیغ قاتل
بن گیا ہر دہن زخم نمکداں اپنا

منہ سے ہر بات کے ہمراہ نکلتا ہے دھواں
اب تو یہ حال ہے اے سوزش پنہاں اپنا

وحشت دل نے کیا نیست کچھ ایسا ہم کو
صورت لا ہے پھٹا چاک گریباں اپنا

قتل زیبا ہے سزاوار محبت کے لئے
میں تو خود جرم بتاتا ہوں مری جاں اپنا

لطف غواصی دریائے شہادت جب ہے
موجۂ خوں میں بنے سر در غلطاں اپنا

نہ مقید ہے نہ محدود جنوں کی تگ و تاز
حد امکان سے باہر ہے بیاباں اپنا

قطرۂ اشک نہیں ہے گہر غلطاں ہے
ہر بن موئے مژہ ہے رگ نیساں اپنا

کیا کہوں حالت دل کیا ہوئی صبح شب وصل
وہ چھڑا کر جو چلے ہاتھ سے داماں اپنا

کچھ تو فرمائیے کس زلف کے اخگر ہو اسیر
کس لئے حال، بنایا ہے پریشاں اپنا

○

وہ دن ہی خوب تھے کہ غم این واں نہ تھا
شکوہ عدو کا اور گلۂ آسماں نہ تھا

جتنا کہ اب ہوں پہلے تو میں ناتواں نہ تھا
تار نگاہ ضعف سے بار گراں نہ تھا

حسرت تھی وقت نزع نہ بالیں پہ آرزو
بے لطف نکلی جان کوئی نوحہ خواں نہ تھا

رہنے دے لوح قبر فلک بہر فاتحہ
ورنہ انہیں یہ عذر رہے گا نشاں نہ تھا

سب انقلاب عشق ہے ورنہ تمام عمر
کیا ہم نہ تھے زمین نہ تھی آسماں نہ تھا

فرقت کی رات دل میں کلیجہ میں جان میں
کیا پوچھتے ہو درد کہاں تھا کہاں نہ تھا

جلوے نے تیرے حسن کے ششدر بنا دیا
وہ کون تھا کہ بزم میں آئینہ ساں نہ تھا

اللہ رے شوخیاں یہ تری اے خیال یار
بجلی کی طرح دم میں یہاں تھا وہاں نہ تھا

اس طرح خود بخود وہ چلے آئے بے طلب
اخگر تمہارے سر پہ مگر آسماں نہ تھا

سنے نہ کوئی تو کس سے کریں گلہ دل کا
خدا پہ چھوڑ دیا ہم نے فیصلہ دل کا

زبان میری نہ کھلوائیں آپ بہتر ہے
دلوں دلوں میں رہے گر معاملہ دل کا

عبث یہ روز کے وعدوں پہ ٹال دیتے ہو
ہوا ہے آج نہ کل ہوگا فیصلہ دل کا

مرید پیر خرابات ہم ہیں مدّت سے
ملا ہے رشتۂ ہستی سے سلسلہ دل کا

حجاب رنگ دوئی باعث تفاوت ہے
وگرنہ کچھ بھی نہیں دل سے فاصلہ دل کا

ضرور رکھیو سر نوک تیز خار جنوں،
کہ چھیڑ چھاڑ کا طالب ہے آبلہ دل کا۔

لب بیاں پہ ہوں گرمی سے لاکھ تبخالے
زباں پہ بھول کے آئے اگر گلہ دل کا

کہیں نہ شوخیٔ رفتار ٹھیس لگ جائے
مثال شیشۂ نازک ہے آبلہ دل کا

رفیق راہ بنے اور کون وحشت میں
ہجوم حسرت و ارماں ہے قافلہ دل کا

تمہاری تیغ کو مشکل کشا سمجھتے ہیں
کہ جس نے طے کیا دم بھر میں مرحلہ دل کا

یہ جس پہ گذرے وہ جانے تمہیں خبر کیا ہے
برا ہے حضرت زاہد معاملہ دل کا

الٰہی شرم ترے ہاتھ ہے کہ مقتل میں
پڑا ہے تیغ نظر سے مقابلہ دل کا

وفور جذب کی اخگرؔ نہ پوچھئے وسعت
فزوں ہے حد گماں سے بھی فاصلہ دل کا

○

کیا پوچھتے ہو حال دل ناصبور کا
ہر اک صدائے آہ میں عالم ہے صور کا

دیکھا نہیں ہے جلوہ بت پُر غرور کا
موسیٰ نہ لیتے نام کبھی کوہ طور کا

مدِ نظر ہے پھر کمر یار کی تلاش
ہمت نے پھر سے عزم کیا دور دور کا

الجھن ہے دن کو رات کو رہتا ہے اضطراب
کیا کیجئے علاج دل ناصبور کا

ہم کو تو شیخ کوچہ دلدار خلد ہے
کرنا ہی کیا ہے حور و جنان و قصور کا

دشمن ادھر چلا تھا تو پھر منہ کے بل گرا
نیچا ہے سر جہان میں اہل غرور کا

مانع ہے ضبط ورنہ زمانہ میں حشر ہو
کیا کہئے حال گریۂ غم کے وفور کا

لاتا ہوں ڈھونڈ ڈھونڈ کے مضموں نئے نئے
طبع رسا پہ آج وہ عالم ہے نور کا

کیسی طلب کہاں کا نظارہ کدھر کلیم
تھا یہ بھی ایک ناز بہانہ تھا طور کا

اخگر مجھے عذاب جہنم سے ڈر نہیں
تھامے ہوئے ہوں ہاتھ میں دامن حضورؐ کا

○

ضعیف و ناتواں ہے اور تھکا ماندہ ہے منزل کا
سہارا ڈھونڈھتا ہے قیس لیلیٰ تیرے محمل کا

جگر پر چوٹ سی لگتی ہے زنداں میں جو سنتا ہوں
چمن کی سمت سے میں غلغلہ شور عنادل کا

لگاوٹ عاشق و معشوق میں ہونی ہی لازم ہے
کہ شوخی سے تری ملتا ہے عالم مضطرب دل کا

عبث کرتا ہے تو تکرار زاہد ذات میں مجھ سے،
میں بندہ ہوں یقیں کا اور تو بندہ دلائل کا

کسی کی زلف میں جیسے پھنسا ہے دل مرا اخگرؔ
ہوا ہے بستہ یک صد نغمہ آواز سلاسل کا

سکھایا ہے تمہیں کس نے یہ برق طور ہو جانا
نگاہوں میں کبھی آنا کبھی مستور ہو جانا

تجلی بن کے شام ہجر میں اک نور ہو جانا
سوادِ نالۂ دل رشک برق طور ہو جانا

قیامت سی قیامت ہے ترے ہر ناز میں ظالم
کبھی دل میں سما جانا کبھی پھر دور ہو جانا

نہیں ہے دشت سینا یہ کسی کافر کا کوچہ ہے
کہیں موسےٰ نہ محو جلوہ گاہ طور ہو جانا

خیال قد جاناں دار پر کھینچے اگر اے دل
تو کیا غم ہے مقرر صورت منصور ہو جانا

سکھایا ہے اداؤں کو تری اے شوخ برسوں تک
ہمارے اضطراب دل نے برق طور ہو جانا

نکالے کون کیوں نکلیں ترے پیکاں مرے دل سے
کہ خاصیت ہے ان کی مرہم کافور ہو جانا

عجب جادو کے پتلے ہیں یہ مہ وش جن کا اے اخگر
کرشمہ ہے پری بننا ادا ہے حور ہو جانا

سکھایا بے خودی نے یوں خودی سے دور ہو جانا
کہ خود مختار بن کر آپ ہی مجبور ہو جانا

نگاہوں میں سمانا اور سما کر دور ہو جانا
تقاضا ہے یہ شوخی کا کہ برق طور ہو جانا

غضب کا نغمہ گر ہے جس نے نغمہ میں نہاں رکھا
ازل میں کن ابد میں نالہ ہائے صور ہو جانا

خیال یار یہ بھی کیا بری عادت ہے، اک تیری
نکلنا میرے دل سے اور مجھی سے دور ہو جانا

وہ آئے ہیں وہ آئے ہیں ہمارے دل میں رہنے کو
حجاب پردہ داری اک ذرا سا دور ہو جانا

اٹھاتے ہیں نقاب پرشکن وہ اپنے چہرے سے
ذرا اے قلب مضطر جلوہ گاہ طور ہو جانا

نگاہوں کو مری دشوار تیرا دیکھنا دم بھر
ترے جلوہ کا ادنیٰ کام برق طور ہو جانا

اسی میں کچھ مزہ آتا رہا جب تک مئے افگر،
خودی کو چھوڑ دینا بے خودی سے دور ہو جانا

○

وہ بسمل ہے دل بسمل تجھے کیا
تو اپنا کام کر قاتل تجھے کیا
طلب پر دل کی وہ جھنجلا کے بولے
کہیں ہوگا کہاں ہے دل تجھے کیا
گلے پر تیغ رکھ کر کیوں رکا ہے،
بتا تو ہو گیا قاتل تجھے کیا
عدو کے ذکر پر روکا تو بولے،
بگڑ کر وہ سرِ محفل تجھے کیا
چلا چل ناقۂ لیلیٰ نہ رکنا،
کوئی ہوگا پسِ محمل تجھے کیا
تو اپنا کام کر اے تیغ انداز
کوئی زخمی ہو یا گھائل تجھے کیا
سنبھل ناداں سنبھل نادان کمبخت
تجھے کیا ہو گیا ہے دل تجھے کیا
عبث ہے رشک پروانہ پہ بلبل
کسی کا ہو کوئی مائل تجھے کیا
بگڑ کر ذکر دل پر بولے آخگر
میں رکھوں یا نہ رکھوں دل تجھے کیا

○

جلوہ افروز جو وہ حور شمائل ہوتا — میرا کاشانہ غم طور کی منزل ہوتا
تیغ کا ہاتھ ہی گردن میں حمائل ہوتا — کاش اس شکل سے نظارہ قاتل ہوتا
جذبۂ قتل جو کرتا مرا اظہار اثر — خنجر ناز ترا طائر بسمل ہوتا
دشت گردی میں بہت قیس نے شہرت پائی — یاد کرتا جو مرا ہمرہ منزل ہوتا
کار الفت کے سوا میرے لئے عالم میں — سب تھا آسان جو مشکل بھی مشکل ہوتا
تھی نہ تقدیر میں گر عقدہ کشائی میری — خم گیسو کی جگہ کاش مرا دل ہوتا

کس کی شامت تھی کہ گیسو سے الجھ کر اخگر
مشق گاہِ ستم و بند سلاسل ہوتا

○

دل میں تم اور مرے قابو میں میرا دل ہوتا — یہ تماشا بھی عجب دید کے قابل ہوتا
ایک پیکاں سے جو زخمی جگر و دل ہوتا — لطف کی بات تھی بسمل پسِ بسمل ہوتا
ذوق نظارۂ مجنوں کی ہوس کہتی ہے — پردۂ چشم مرا پردۂ محمل ہوتا
زندگی سخت ہے مرنا بھی ہے دشوار مجھے — یار ہر کام محبت میں ہے مشکل ہوتا
شوخ گفتاریٔ ظالم نے مجھے غنچہ مثال — بولنے بھی نہ دیا ورنہ میں قائل ہوتا
شمع و پروانہ کی مانند تری الفت میں — آج جو کچھ بھی تھا ہونا سر محفل ہوتا

کس کو حال دل بیتاب سناتے اخگر
کون ایسا تھا برے وقت میں شامل ہوتا

○

وہ دیکھتے تجھ کو کہیں موسیٰ کا یہ دم تھا
تقصیرِ تجلی نہیں واں ظرف ہی کم تھا

کل بزم میں اغیار پہ جو لطف و کرم تھا
ساقی مجھے ہر جرعۂ مے جرعۂ سم تھا

تسکین تصور میں ہی کچھ آنے سے ہوتی
لیکن یہ غضب ہے کہ ہر انداز میں رم تھا

سنتا کوئی اِن دونوں سے اسرارِ محبّت
پروانہ کی اِک جان تھی یا شمع کا دم تھا

ایک ایک سے تھا بڑھ کے شبِ ہجر تڑپ میں
دل کم نہ جگر سے نہ جگر دل سے ہی کم تھا

ہاں تابِ نظارہ نہ رہے پھر یہ شکایت
موسیٰ کی طرح حوصلہ دید ہی کم تھا

ہر ظرف نہیں قابلِ کیفِ مۓ الفت
کرتا جو اسے ضبط یہ منصور کا دم تھا

عبرت کا تماشا ہے سرِ گورِ غریباں
ہر تودہ یہ کہتا ہے میں کاؤس میں جم تھا

جاں نکلی تو آخر کی مگر سخت خلش سے
کس چیز میں کمبخت کا اٹکا ہوا دم تھا

○

نسیم صبح سے وہ گل ہوئی یا اس کا دم نکلا
میان شمع و پروانہ عجب ربط بہم نکلا

تعلق رشتہ در رشتہ عجب ان کا بہم نکلا
جو غم نکلا تو دل نکلا جو دل نکلا تو غم نکلا

نثاران تیوروں کے کاٹ کر خنجر سے گردن کو
کہا جھنجلا کے قاتل نے کہ کس مشکل سے دم نکلا

تصور سے تسلّی کچھ دلِ بیتاب کی ہوتی
مگر ہر ناز میں کافر ترے انداز رم نکلا

شب فرقت میں ہم جیتے مگر اس رشک کے صدقے
خیال غیر کیا پیش نظر آیا کہ دم نکلا

رہِ الفت کو کیا کیا کچھ نہ ہم سیدھا سمجھتے تھے
مگر اللہ اکبر کس بلا کا پیچ و خم نکلا

برا ہو بت پرستی کا کہ وقت واپسیں منہ سے
بجائے کلمۂ توحید بھی نام صنم نکلا

تماشا زار عبرت ہے مزار بے نشاناں بھی
کہ ہر اک کاسۂ سر کاسۂ فغفور و جم نکلا

غم فرقت کی کاہش نے کچھ ایسی دی سبک سیری
اٹھایا جب قدم پیش نظر ملکِ عدم نکلا

گلہ کیا حضرت موسیٰ نہ جی بھر کر اگر دیکھا
یہ فرماؤ کہ وقت دید کس کا ظرف کم نکلا

سبک رو جتنے ہیں اخگر جب ان کی چشم بینا نے
نظر کی تو کوئی دو ہی قدم ملک عدم نکلا

○

رہ گیا آ کے کماندار کا پیکاں نہ گیا — مژدہ اے دل خلش درد کا ساماں نہ گیا

اَرِنی کہنے کو آیا تو بلا سے گذرا — کونسا معرکہ تھا جس میں یہ انساں نہ گیا

میری حیرت نے مجھے کھو ہی دیا تھا لیکن — شکر ہے ہاتھ سے دلدار کا داماں نہ گیا

زخم کے ساتھ مزہ اور بھی پا بسمل پاتے — ساتھ تلوار کے افسوس نمکداں نہ گیا

جتنا رگڑا اسے وہ صورت جوہر چمکا ، — تیغ سے پر اثر خونِ شہیداں نہ گیا

معرکے لاکھ ہوئے قیس سے وحشت میں مگر — نہ گیا ہاتھ سے اپنے کبھی میداں نہ گیا

تجھ پہ کیا گذری پس مرگ شہید الفت — دفن کر کے کوئی اتنا بھی تو پرساں نہ گیا

آگئی یاد صنم طوف حرم میں مجھ کو — شکر صد شکر وہاں بھی میرا ایماں نہ گیا

لے گیا جذبۂ دل مجھکو وہاں تک کہ جہاں — پائے موسیٰ نہ گیا دستِ سلیماں نہ گیا

کعبہ جاتے ہوئے بت خانہ میں آئے اخگر

اس طریقہ سے کوئی مردِ مسلماں نہ گیا

○

جذبہ عشق جو خود گرمیٔ بازار رہا
مایۂ درد کا مطلوب طلب گار رہا

آنکھ سے دور جو کچھ پردۂ بیزار رہا
دل مرا آٹھ پہر جلوہ گہ یار رہا

ناتوانی کا برا ہو کہ غبار مرقد
جب اڑا سائے کی صورت پس دیوار رہا

آنکھ تھی گرم تماشا تو جگر گرم فغاں
ایک بھی تو دم نظارہ نہ بیکار رہا

دار و منصور کے قصہ کی طوالت بیکار
مختصر یہ ہے کہ مجرم تھا سزا وار رہا

تفرقہ بازیٔ گردوں بھی ہے کیا شعبدہ رنگ
نہ وہ بسمل نہ وہ خنجر نہ ستمگار رہا

اَرِنی گو کو غش آیا تو پکارا جلوہ
دیکھنا اب بھی کوئی طالبِ دیدار رہا

وہ میری نعش پہ آیا بھی تو کیا بات ہوئی
دمِ اعجاز تو قفل دہن یار رہا

رفعت کوئے طلب بلبے بلندی تیری
جان دینے پہ بھی منصور سرِ دار رہا

باعث سوزش اخگر جو رہا عشق خلیلؑ[1]
داغ ہر زخم جگر رونق گلزار رہا

[1] مرشد مصنف

رنگ عارض اڑ گیا صورت گر تقدیر کا
کھینچ کر خاکہ رکھا جس دم تری تصویر کا

یوم کُن کب بن سکے حامل تری تنویر کا
کیا مَلک کا حوصلہ کیا ظرف چرخ پیر کا

عاشقوں سے روز افزوں حسن ہے تنویر کا
رنگ اڑ کر بن گیا غازہ تری تصویر کا

امتحاں لیں ہاتھ بہکا کر جو وہ نخچیر کا
طائرِ دل آپ اُڑ کر تھام لے پر تیر کا

قیس جذب دل اگر کچھ کار فرمائی کرے
چشم لیلیٰ خود بنے حلقہ تری زنجیر کا

حیرتی سا حیرتی ہوں دیکھ کر تصویرِ یار
چھا گیا ہے مجھ پہ عالم عالمِ تصویر کا

اس کی رحمت میں کہیں وسعت ہے میرے جرم سے
سامنے وزنِ کرم کے بار کیا تقصیر کا

غیر ممکن ہے خیالِ غیر میرے دل میں آئے
عکس پڑتا ہے کہاں آئینۂ تصویر کا

اللہ اللہ رے فراغ قلب انساں مرحبا
وسعت کون و مکاں گوشہ ہے اک تعمیر کا

مل کے آنکھیں ابروئے جاناں سے جب ہم روئے ہیں
بھر دیا ہے صاف دامن دامنِ شمشیر کا

اصل آخر اصل ہے اور نقل آخر نقل ہے
پائیں کیا غواص موتی قلزمِ تصویر کا

بلبلِ شیوہ زباں اخگرؔ ہوں باغِ نطق میں
رنگ ہے میری زباں میں صاف رنگِ میرؔ کا

ردیف بائے موحدہ

○

ہر اک ادا ہے تیری ستمگار دلفریب
ہر ناز ہے ترا بت عیّار دلفریب

کس کس ادا پہ جان نہ قربان کرے کوئی
رفتار دلفریب ہے گفتار دلفریب

کیونکر مطیع اس بتِ ترسا کا ہو نہ دل
نازک گلے میں جس کے ہے زنار دلفریب

ایسی کہاں ہے خلد میں آرائش مکاں
جیسا بنا ہے کوچہ دلدار دلفریب

کیونکر نہ سر جھکائیے آخگر برائے قتل
ہے اس کے دست ناز میں تلوار دلفریب

یہ مانا شوق میں بسمل ہے بیتاب
مگر حیرت یہ ہے قاتل ہے بیتاب

نہ ٹھہرا ناقہ لیلےٰ دیکھ تو لے
دلِ مجنوں پسِ محمل ہے بیتاب

نہ پوچھ اے ہمنشیں حالِ شبِ ہجر
کہ جاں بیچین ہے اور دل ہے بیتاب

محبت میں کہاں کا ننگ و ناموس
کہ پروانہ سرِ محفل ہے بیتاب

نہ کیوں بیتاب ہوں وہ پوچھتے ہیں،
تجھے کیا ہوگیا کیوں دل ہے بیتاب

اثر اللہ رے بسمل کی تڑپ کا
کہ سینہ میں دلِ قاتل ہے بیتاب

لکھی اخگر غزل گو اس زمیں میں
نبھانا پر بڑی مشکل ہے بیتاب

عکسِ عارض ہے جو تصویر شعاعِ آفتاب
جلوہ گر دل میں ہے تنویر شعاعِ آفتاب

بال بال اس زلف کا ہے لن ترانی گوئے نور
سنکے لاف حسن تنویر شعاعِ آفتاب

ذرۂ خاکی مرا جائے گا روزن میں ضرور
کام آئے گی یہ تدبیر شعاعِ آفتاب

دل جو دیوانہ ہے اس خورشید رو کے حسن کا
پاؤں میں لازم ہے زنجیر شعاعِ آفتاب

جب سے دیکھا جلوۂ عارض بت بے مہر کا
دل ہدف ہے از پئے تیر شعاعِ آفتاب

تیر خوردہ ہے کوئی بسمل لب دریائے حسن
خال عارض کب ہے نخچیر شعاعِ آفتاب

میں اگر محرم ہوں تیرا ہوں زمانے کا نہیں،
ذبح کیوں کرتی ہے شمشیر شعاعِ آفتاب

تیرے عارض کے مقابل ہوں یہ ہو سکتا نہیں
حسن ماہ چرخ و تنویر شعاعِ آفتاب

دل کے ہر گوشہ میں ہے تنویر سینا جلوہ گر
کھینچ دی ہے کس نے تصویر شعاعِ آفتاب

ناصیہ سا اس بت بے مہر کے در پر ہوئی
قدر کے قابل ہے تقدیر شعاعِ آفتاب

راہ روزن سے ہے پہونچی تیری خلوت گاہ تک
رشک کے قابل ہے تقدیر شعاعِ آفتاب

اس کے موئے زلف سے آخگر ہے کچھ ملتی ہوئی
ہو نہ کیونکر دل میں توقیر شعاعِ آفتاب

○

دل بھر آتا ہے سنکر نالہ ہائے عندلیب
سچ تو ہے فرقت کا غم کب تک اٹھائے عندلیب

وہ گل عارض کبھی گر دیکھ پائے عندلیب
بھول کر بھی سوئے گلشن پھر نہ جائے عندلیب

ہمصفیر نالہ ہو اب کوئی اتنا بھی نہیں
ہجر میں کہہ کہہ کے رہ جاتا ہوں ہائے عندلیب

پھر بہار آئی چمن میں پھر کھلے گلہائے تر
کہدے اے بادِ صبا گلشن میں آئے عندلیب

ٹکڑے ٹکڑے ہے جگر گل کا بھی صحنِ باغ میں
واہ کتنے پر اثر ہیں نالہ ہائے عندلیب

اٹھ گیا صحن چمن سے ان دنوں کیا رخت گل
ہم جو مدت سے نہیں سنتے صدائے عندلیب

گل تو کیا پتھر بھی پانی ہو کے بہہ جائے ابھی
ماجرائے درد فرقت گر سنائے عندلیب

ہوں شہیدِ ناز اخگر فاتحہ کے واسطے
کہہ دو چن چن کر چمن سے پھول لائے عندلیب

ردیف بائے فارسی

○

کب گئے غیر کے گھر تم مری جاں آپ سے آپ
بدگمانی نے تراشے ہیں گماں آپ سے آپ

چل دئے اٹھ کے جو تم جانِ جہاں آپ سے آپ
دل میں پیدا ہوئے یاں اور گماں آپ سے آپ

کششِ دل تری تاثیر تو ہم جب سمجھیں
بے بلائے وہ چلے آئیں یہاں آپ سے آپ

اللہ اللہ تیرے حسن کے جلوے اے شوخ
غش ہے موسیٰ کی طرح ایک جہاں آپ سے آپ

گردشِ چرخ یہی ہے تو کسی دن ہمدم
مٹ رہے گا مری تربت کا نشاں آپ سے آپ

دمِ تقریر یہ ہے سوزشِ پنہاں کا اثر
بن گئی شمع کی لو میری زباں آپ سے آپ

میں تو جاتا نہیں پر ہائے برا ہو دل کا
لے ہی جاتا ہے سوئے کوئے بتاں آپ سے آپ

کھلکھلا کر وہ ہنسے مجھ کو جو روتے دیکھا
عینِ باراں میں گری برقِ تپاں آپ سے آپ

لن ترانی کی صدا بھول گئے موسیٰ بھی
بند کر دی ترے جلوے نے زباں آپ سے آپ

مجھ کو کعبہ سے نہ مقصد ہے نہ کچھ دیر سے کام
دل لئے پھرتا ہے جی چاہے جہاں آپ سے آپ

ضبط گو لاکھ کرے دردِ محبت انساں
ہو ہی جاتا ہے مگر راز عیاں آپ سے آپ

میں وہ برگشتہ مقدر رہوں دمِ قتل مرے
تیر رخ پھیر لے بل کھائے کماں آپ سے آپ

اُٹھ رہا ہے مرے مرقد سے پسِ مرگ اخگرؔ
شمعِ گل گشتہ کی مانند دھواں آپ سے آپ

ردیف تائے فوقانی

○

وہ سمجھے جو ہے واقف اسرار محبت
آزاد سے بہتر ہے گرفتارِ محبت

پھرتے ہیں ہر اک سمت خریدار محبت
کیا زور پہ ہے گرمیٔ بازارِ محبت

وہ دن گئے جب عاشق جانباز لقب تھا
اب کہتے ہیں مجھ کو وہ خطاوارِ محبت

بسمل کو خبر بھی نہیں اللہ رے صفائی
کس وقت لگا سینہ میں سوفارِ محبت

سو ٹکڑے جگر کے ہوئے اور پھر بھی نہ اف کی
کیسے متحمل ہیں دل افگارِ محبت

آئینِ اسیری کے جو کمبخت نہ جانے
اے وائے بر آں تازہ گرفتارِ محبت

اس بُعد مسافت کی کوئی حد بھی ہے اخگر
کاٹے نہیں کٹتی رہِ دشوارِ محبت

○

جانبر نہیں ہوتا کبھی بیمارِ محبت
اللہ کسی کو نہ دے آزارِ محبت

آئینۂ دل میں ہے مرے رازِ دو عالم
سینہ ہے میرا مخزن اسرارِ محبت

مژگاں کا تصور کبھی دل سے نہیں جاتا
پہلو میں کھٹکتا ہے سدا خارِ محبت

آزاد ہوئے پر بھی کہیں جا نہیں سکتے
پابند سلاسل ہیں گرفتارِ محبت

کچھ ابھرے ہوئے سینہ پہ کیا قد ہے بلا کا
یہ نخل تمنا ہے وہ اثمارِ محبت

بدنام زمانہ میں کیا چاہ کے تم کو
تعذیر کے قابل ہے گنہگارِ محبّت

میں حُسن کے سودے کا خریدار ہوں اخگرؔ
ہے دم سے مرے رونق بازارِ محبت

○

فریاد و فغاں آہ ہے کام شب فرقت ۔۔۔ کم حشر سے ہرگز نہیں شامِ شب فرقت

اللہ کسی کو نہ شبِ وصل ستائے ۔۔۔ آواز موذن سے پیامِ شب فرقت

شب دور ہے پر موت کے ساماں ہیں مہیا ۔۔۔ پچھلے ہی پہر سے ہے نظامِ شب فرقت

اللہ نہ دشمن کو بھی وہ گھونٹ پلائے ۔۔۔ کم زہر سے ہرگز نہیں جامِ شب فرقت

اس زلف کے پھندے سے کسی طرح نہیں کم

آخگر بہ خدا قید میں دام شبِ فرقت

آرام نہیں جان کو دم بھر شب فرقت ۔۔۔ اللہ کٹے گی میری کیونکر شبِ فرقت

دھوکا ہو زمانہ کو مہ چار دہم کا ۔۔۔ وہ مہ جو نکل آئے مرے گھر شبِ فرقت

لب پر کبھی نالہ ہے زباں پر کبھی فریاد ۔۔۔ یہ شغل رہا کرتا ہے اکثر شبِ فرقت

کس طرح سے کٹتی ہے تڑپتے ہوئے ہمدم ۔۔۔ دشمن کو بھی دکھلائے نہ داور شبِ فرقت

یہ حالت آخگر ہے ترے ہجر میں ظالم

دم سینہ میں گھٹتا ہے برابر شب فرقت

ردیف تائے ہندی

○

اچھا نہیں ہوگا مرا ناسور پرے ہٹ
جراح نہ رکھ مرہم کافور پرے ہٹ

کہتا ہے شبابِ بت مغرور پرے ہٹ
ہے کم سنی تازِ لبِ اب دور پرے ہٹ

شکوہ پہ شبِ وصل وہ جھنجلا کے یہ بولے،
آتا ہے تجھے بس یہی مذکور پرے ہٹ

کہتی ہے وہ رخشندگیٔ عارض تاباں
ہے جلوۂ سینا سے سر طور پرے ہٹ

بیکار عبث وصل کے وعدوں پہ تسلّی
کہدو کہ نہیں ہے ہمیں منظور پرے ہٹ

انداز کے قربان تصدّق ہوں ادا پر
پھر کہدو اسی ناز سے چل دور پرے ہٹ

ہے جوشِ جنوں چرخ سے کہتا ہوں میں اخگر
نالہ نہیں ہے شعلۂ تنور پرے ہٹ

○

وعدہ نہیں ہوا ہے ترا ایک بار جھوٹ
اب تو کرے بھی لاکھ تو سمجھوں ہزار جھوٹ

ربطِ عدو کا ذکر جو سچ تھا نہ چھپ سکا
تم بات کاٹ کر کہو باتیں ہزار جھوٹ

سچا بھی میرا حال کوئی اس سے گر کہے
ظالم بگڑ کے دیتا ہے وہ بھی قرار جھوٹ

یسا مژہ کا تیر کہاں کا خدنگ ناز
زخمی ہے کون کس کا ہوا دل شکار جھوٹ

دعوئے عشق عارضِ گل سر بسر خلاف
بلبل کی آہ و زاری سر شاخسار جھوٹ

آنا اگر نہیں ہے تو اخگر نہیں سہی
کھاتے ہیں کیوں قسم وہ مری بار بار جھوٹ

○

روکے سے رک بھی جاتی ہے تیغ و تبر کی چوٹ
مشکل ہے ٹال دے کوئی تیر نظر کی چوٹ

اے شہسوار حسن ترے وار کے نثار
بے گھر بنا کے دل پہ لگائی ہے گھر کی چوٹ

ہر رگ میں دل کے درد ہے ہر ریشہ میں کسک
کھائی ہے جیسے نالۂ مرغِ سحر کی چوٹ

کس کو غرض ہے چارہ گری کی کسے دکھائیں
دل کی کسک کلیجہ کا درد اور جگر کی چوٹ

اک میرا دل ہدف ہے کوئی کس طرح بچائے
ابر کا وار مژہ کا حملہ نظر کی چوٹ

نالوں پہ ہی نہیں ہے مرے درد کا یقین
کیونکر دکھایئے انہیں اخگر جگر کی چوٹ

ردیف ثائے مثلثہ

ہم کو تسبیح سے کچھ کام نہ زنار سے بحث،
دم خلوت ہے فقط جلوۂ دلدار سے بحث

لاکھ چلاّئے جو بلبل تو فغاں ہے بے سود،
اس کے نالہ کو مری آہ شرربار سے بحث

ہائے وحشت کو مبارک رہے صحرا گردی،
ہندسے ہم نہیں جو ہو ہمیں پرکار سے بحث

زلف سنبل جو پریشاں ہو چمن میں بے سود
ہے ہمیں تو فقط اس طرۂ طرّار سے بحث

جام کوثر تجھے مطلوب مجھے جام مغاں
کس لئے شیخ ہے یہ رند قدح خوار سے بحث

ہے غرض ہم کو تری چشم کے متوالوں سے
ورنہ ہے مست سے کچھ کام نہ ہشیار سے بحث

تیرے ہر گام میں پنہاں ہیں ہزاروں محشر
کون کہتا ہے کہ ہے حشر کو رفتار سے بحث

داغ دل اپنا سلامت رہے رضواں تو ہیں
کچھ غرض خلد سے ہے اور نہ گلزار سے بحث

ہے فقط مائل ابرو کو اشارہ کافی
تیرے کشتوں کو نہ خنجر سے نہ تلوار سے بحث

داغ دل، داغ جگر، سوز دروں، آہ رسا
ہے اگر ہجر میں ہم کو تو انہیں چار سے بحث

عرق رخ کے ڈھلکنے کی ادا دیکھ اخگر
کیا تجھے چرخ کے ہے ثابت و سیار سے بحث

○

بحث کرتے ہیں یہ سب کافر و دیندار عبث

سربسر تذکرۂ سبحہ و زنّار عبث

مطرب و لالہ و گل شور رباب و بلبل

سب یہ سامان ہے بے بادۂ و دلدار عبث

رحمت ساقیٔ کونین سے گر ہے امّید

مے سے کیوں ڈرتے ہیں رندانِ قدح خوار عبث

چین لینے دے کہیں چرخ نہ در در بھٹکا ،

ہم کو گردش میں نہ رکھ صورت پرکار عبث

پھنس گیا کسی کافر کے مگر پھندے میں

برہمن بھی نہیں وابستۂ زنار عبث

خود ہی یاں دل میں ہے لیلیٰ کا تصور اخگر

ہم نہیں قیس کہ جائیں سوئے کہسار عبث

ردیف جیم معجمہ

○

کیا فرطِ انبساط ہے پھیلا چمن میں آج
پھولا نہیں سماتا ہے گل پیرہن میں آج

کس سرو قد کے آنے کی گلشن میں دھوم ہے
جو شور عندلیب ہے برپا چمن میں آج

جب سے سنا ہے آپ گئے گھر رقیب کے
اک آگ لگ رہی ہے میرے تن بدن میں آج

کس بے وفا کے آنے کا آج انتظار ہے
بے چین ہے جو روح رواں میرے تن میں آج

صدقہ ہے فیض ناطقِ جنت پناہ کا
اخگر جو تم بھی ہو گئے یکتا سخن میں آج

○

پھر حالِ دل فراق میں نوحہ گر ہے آج
خونابہ بار پھر یہ میری چشم تر ہے آج

وہ رشک مہ جو مہر سے یاں جلوہ گر ہے آج
گویا شبِ چہار دہم میرے گھر ہے آج

گھر غیر کے نہ جائیں تو رہ جائے آبرو
ہاں جذب دل مدد یہی وقت اثر ہے آج

یہ ابر یہ گھٹا یہ ترشح یہ وقت صبح
ساقی ہمارے حال سے کیوں بے خبر ہے آج

بہرِ عیادت آپ بھی تشریف لے چلیں
اخگر کا حال کہتے ہیں نوحۂ دگر ہے آج

ہے جوش پہ اس درجہ مرا دیدۂ تر آج
ہر اشک کے ہمراہ ہے اک لختِ جگر آج

گر بار نہ ہوتا کسی بے جرم کا سر آج
کٹتے نہ وہ تلوار کے ہمراہ کمر آج

یہ ابر یہ برسات یہ بدمست گھٹائیں
زاہد مئے گلرنگ سے انکار نہ کر آج

دونوں ہی طرف ضعف و نزاکت میں ہیں یکساں
واں تیغ نہیں اٹھتی ہے یاں تارِ نظر آج

وہ مستعد تیر زنی ہیں بہت اچھا
آمادہ ہدف ہونے کو یاں بھی ہے جگر آج

الفت کا تمہاری یہ نتیجہ ہوا آخر
دشمن ہے مری جان کا ہر فرد بشر آج

کیا تم نے لکھی حضرتِ آخگر یہ غزل واہ،
ہے ظلم اگر داد نہ دیں اہلِ نظر آج

ردیف جیم فارسی

○

دیتی ہے کس لئے تو ہمیں زلفِ یار پیچ
کب تک اٹھائیں ہم یہ ترے بار بار پیچ

تیری تو بات بات میں پیچیدگی نہاں
یاں جانتا نہیں دل ناکردہ کار پیچ

پیچیدگیٔ عشق میں ہم خود ہیں مبتلا
دیتی ہے کس لئے تو ہمیں زلف یار پیچ

گل سخت سنگ دل ہے نہ آئے گا دام میں
بلبل دکھائے نالے سے اپنے ہزار پیچ

پھندے سے زلف یار کے بچنا محال ہے
اخگر ہیں بال بال میں اس کے ہزار پیچ

ردیف حائے حطّی

○

دل لے کے دیتے ہو مجھے آزار کس طرح
دلدار سے بنے ہو ستمگار کس طرح

آنکھیں ملائے تجھ سے خطاوار کس طرح
گردن اٹھائے تیرا گنہگار کس طرح

جب نازکی سے ہاتھ اٹھانا محال ہے
مقتل میں تم اٹھاؤ گے تلوار کس طرح

پردہ پڑا ہے رخ پہ اُدھر چشم پر اِدھر
پھر ہو نصیب دولت دیدار کس طرح

اٹھو تو خواب عیش سے کھولو تو چشم ناز
دیکھیں تو فتنہ ہوتا ہے بیدار کس طرح

سچ ہے ہر ایک کام کا ہوتا ہے ایک وقت
محشر سے پہلے ان کا ہو دیدار کس طرح

مقتل میں آؤ تیغ اٹھاؤ لگاؤ ہاتھ
دیکھو تو ہم ہیں مرنے پہ تیار کس طرح

وسعت نہ تھی جو دل میں تو پھر ان کا تیر عشق
خوں میں بھرا ہے تا لب سوفار کس طرح

بیکار کر دیا اسے احسن فراق نے
دل کا بنے تو کوئی خریدار کس طرح

ردیف خائے معجمہ

○

بہت ہوئی ہے تیری ان دنوں حنا گستاخ
کہ چومتی ہے سر بزم دست و پا گستاخ

چڑھی ہے ہندوی زلف دوتا یہ تیرے سر
کہ بوسہ لیتی ہے عارض کا بر ملا گستاخ

صبا نے کھایا ہے آخر کو تازیانۂ زلف
اسی سزا کے یہ قابل تھی نا سزا گستاخ

مری مجال تھی میں بوسۂ دہن لیتا
تمہارے روٹھ کے ملنے نے کر دیا گستاخ

ذرا تم اپنے گریباں میں بھی تو منہ ڈالو،
مجھی سے کہتے ہو ہر بار بے وفا گستاخ

لیا جو بوسۂ عارض نہیں قصور میرا
کہ کیف چشم خماری نے کر دیا گستاخ

بگڑ کے بوسہ پہ اخگر کسی کا یوں کہنا
کہ منہ لگانے سے تو کتنا ہو گیا گستاخ

ردیف دال موحدہ

○

ہے مہر سے افزوں رُخِ زیبائے محمدؐ
طوبیٰ سے ہے بڑھ کر قد بالائے محمدؐ

معراج کی شب دھوم تھی یہ عرش پہ ہر جا
وہ آ گئے وہ آ گئے وہ آئے محمدؐ

ڈر شرع کا مانع بخدا ہے مجھے ورنہ
کہہ دیتا کہ ہے جائے خدا جائے محمد

چوکھٹ پہ ترے روضہ کی دم ہو مرا آخر
صدقے تیرے ارماں یہ نکل جائے محمدؐ

جاروب کشی پلکوں سے کرتا ہوا جائے
احسنؔ کو خدا روضہ جو دکھلائے محمدؐ

○

رہے دل میں ہر دم خیالِ محمدؐ　　نگاہوں میں نورِ جمالِ محمدؐ

مہ روشن و مہر و عقدِ ثریّا　　نثارِ رخِ خوب و خالِ محمدؐ

ازل سے ابد تک ابد سے ازل تک　　ہوا ہے نہ ہوگا مثالِ محمدؐ

گئے قابَ قوسَین اَو اَدنیٰ سے آگے　　زہے عزّو شان و کمالِ محمدؐ

سمایا ہے نظروں میں آنکھوں میں دل میں　　خیالِ جمال و جلالِ محمدؐ

مرا دل بنا مطلعِ مہرِ روشن　　پڑا جب سے عکسِ جمالِ محمدؐ

بناؤں اسے توتیا چشمِ دل کا　　جو مل جائے خاکِ نعالِ محمدؐ

جو پوچھے گا خالق کہ کیا ہے تمنّا　　کہوں گا دکھا دے جمالِ محمدؐ

تمنّا ہے اِس اخگرِ خستہ دل کی
میسّر ہو یارب وصالِ محمدؐ

○

جلائے گی تجھے کیا میری آسماں فریاد | بڑھی تو پھونکے گی تا صحن لامکاں فریاد
عدو کا رشک بلا کا ہجوم یار کا ہجر | تری جفاؤں سے ہے دور آسماں فریاد
خیال اس کو صدا سنکے کاش آجائے | قریب در مجھے کرنے دے پاسباں فریاد
جفاؤں کی کوئی آخر ہے انتہا ظالم | کہ تیرے ہاتھ سے کرتا ہے اک جہاں فریاد
مریض غم میں نہیں دم زدن کی طاقت بھی | کہاں کا نالۂ شبگیر اور کہاں فریاد
نہ حشر میں کوئی پرساں نہ کوئی دنیا میں | تری جفاؤں کی اب کیجئے کہاں فریاد
لحاظ عشق نے مہر سکوت کردی ہے | کہاں سے لاؤں جو اس کی کرے زباں فریاد
وہ چوٹ کھائی ہے دل پر کہ میری حالت سے | دلوں میں درد ہو پہنچے جہان جہاں فریاد

ہزار ضبط سے الفت میں کام لو اخگر
نکل ہی جاتی ہے پر دل سے ناگہاں فریاد

ٹھیرا نہ دردِ دل ہوا دردِ جگر دوچند
سودا گھٹا تو اور ہوا دردِ سر دوچند

کھا کھا کے تیر جب ہوا ذوقِ نظر دوچند
پڑنے لگے کماں سے خدنگِ نظر دوچند

یک چند جی بہلنے کا ساماں تھی زلفِ یار
الجھن بڑھائی اس نے مگر رات بھر دوچند

واں ضبطِ گریہ کی رہی تاکید رات دن
یاں جوش زن رہی یہ مری چشمِ تر دوچند

کاہش نے غم کی ایسا کیا ہے نحیف و زار
گنتے ہیں لوگ جسم سے تارِ نظر دوچند

عارض کو منہ دکھانے کے قابل تو ہو چکا
کیا ہو یہ ماہ چاردہم ہوا گر دوچند

آخر نگاہِ مست سے ساقی کی رات کو
جتنے تھے ہوشیار ہوئے بے خبر دوچند

○

اس آسماں سے بڑھ کے بنے آسماں بلند
ہو میرے دل سے آہ کا گر کچھ دھواں بلند

جوشِ جنوں میں ہوتی ہے جب یہ فغاں بلند
کہتی ہے لامکاں سے کہ تو ہے کہاں بلند

گم گشتگانِ رہ گذرِ عشق مر کے بھی،
رہتے ہیں شکل گردِ رہِ کارواں بلند

سوتے ہیں آج خاک کے نیچے پڑے ہوئے
کل جن کے تھے فلک سے کہیں آستاں بلند

بن کر بگولہ بیٹھ گیا فرشِ خاک پر
گر کچھ ہوا غبارِ تنِ ناتواں بلند

الفت وہ راہ ہے کہ رہا کرتا ہے مدام
بے نام و بے نشان کا نام و نشاں بلند

سو آفتابِ حشر کو دم میں جلائے گا
اخگر ہوا جو نالۂ آتش فشاں بلند

○

ہوں وہ گل آئے نہ بلبل بہ چمن میرے بعد
چھوڑ دیں گے گل و ریحاں بھی وطن میرے بعد

ہوں میں خو کردۂ عُریانیِ صحرائے جنوں
دوست لائیں نہ مرے میرا کفن میرے بعد

کان کا لعل ہے اور دُر کا صدف دنیا میں
نہ تام لیوا ہے مرا میرا سخن میرے بعد

بے سبب تختۂ نرگس نہیں مرقد پہ اُگا
خاک ہے محو نظارہ ہمہ تن میرے بعد

میں وہ گل ہوں کہ نہ پائے گا مری سی بوباس
لاکھ غنچے جو کھلائے گا چمن میرے بعد

نہ ملا ہے نہ ملے گا کوئی مجھ سا دمِ قتل
آبِ خنجر کو ترے تشنہ دہن میرے بعد

باغ میں کہتی تھی کس یاس سے بلبل اخگرؔ
کون چہکے گا سرِ شاخ سمن میرے بعد

ردیف دال ہندی

ان کو اگر ہے حسن کی تنویر پر گھمنڈ
ہم کو بھی داغ دل کی ہے جاگیر پر گھمنڈ

غیر از نصیب دہر میں کچھ بھی نہ ہو سکا
بے فائدہ رہا ہمیں تدبیر پر گھمنڈ

مطلب کی ایک بات بھی ان کو نہ لکھ سکے
ہم کو تھا ایک عمر سے تحریر پر گھمنڈ

جلوہ تمہارا گر اسے آتا نظر کہیں
ہوتا نہ آفتاب کو تنویر پر گھمنڈ

اس سنگدل کے دل پہ نہ آخر اثر ہوا
کیا کچھ تھا ہم کو نالۂ شبگیر پر گھمنڈ

ردیف ذالِ معجمہ

یہ جو گردن میں لٹکتا ہے بلا کا تعویذ
مرغِ جاں کے لئے ہے تیرِ قضا کا تعویذ

زلف سے تیری جو چھو جائے تو شاید کر جائے
ہولِ دل کے لئے تاثیرِ صبا کا تعویذ

شب فرقت کی بلاؤں سے ڈروں گا میں کیا
دل میں ہیکل ہے مرے زُلف دوتا کا تعویذ

اور نقشوں سے تو ہوتی نہیں مجھ کو صحت
تیری تصویر ہے البتہ شفا کا تعویذ

دل میں ظالم ہو تیرے نقش سے نقش بیداد
ہم نے یاں باندھا ہے بازو پہ وفا کا تعویذ

سینکڑوں جانیں ہیں اس بند کے جو ہر بند میں بند
یار باندھا ہے یہ بازو پہ بلا کا تعویذ

تیرے ہر حرف سے الفت ہے ٹپکتی اخگر
تیرا گویا ہے ہر اِک شعر وفا کا تعویذ

ردیف رائے

○

حسرتیں کتنی ہیں منہ اُس بے وفا کا دیکھ کر
حضرتِ دل سے کہ تم عاشق ہوئے کیا دیکھکر

ایک ہی جلوہ میں دل سے اٹھ گئے سارے حجاب
اب نہ دیکھیں گے کسی کو منہ تمہارا دیکھکر

دامِ زلفِ عنبریں میں سیکڑوں دل ہیں اسیر
او بت کافر ذرا گیسو کو سلجھا دیکھکر

رائگاں جاتی نہیں تاثیر الفت کی کبھی
ان کو بھی صدمہ ہوا مجھ کو تڑپتا دیکھکر

وہ ابھی کمسن ہیں الفت کی خبر کچھ بھی نہیں
رقصِ بسمل سے ہوا ان کو اچنبا دیکھکر

رشک کے قربان کام آیا دمِ آخر میرے
غیر بسمل ہو گئے مجھ کو تڑپتا دیکھکر

میرے بدلے غیر کو بھی ہو گئی فرقت نصیب
شاد ہوں اس کو کفِ افسوس ملتا دیکھکر

چلتے چلتے اور بھی اک وار قاتل نے کیا
قتل گہ میں اپنے بسمل کو تڑپتا دیکھکر

زندگی سے اپنی اخگر کیوں نہ ہوں میں ناامید
دم بخود سے ہو گئے مجھ کو مسیحا دیکھکر

عدو کو دیکھتے ہیں بزم میں وہ شادماں ہو کر
نگاہیں دل پہ میرے چل رہی ہیں برچھیاں ہو کر

رخِ گلگوں کا جوبن اور خطِ سبز سے چمکا
ہوا سرسبز یہ گلزار پامالِ خزاں ہو کر

مٹائے آپ کو جتنا فروغ انساں کو ہوتا ہے
کہ نام عنقا نے پایا ہے جہاں میں بے نشاں ہو کر

ذرا انصاف تو کیجے یہی ہے شرطِ الفت کی
عدو کی جان بنتے ہو ہمارے دلستاں ہو کر

جفاؤ جور کا شیوہ تمہیں برباد کر دے گا
بنے جاتے ہو کیوں ظالم مسیحائے زماں ہو کر

بیان حضرتِ واعظ بھی کیسا بے تکلف ہے
کہ جیسے آئے ہیں گویا ابھی باغِ جناں ہو کر

بتوں کے بارِ الفت سے نجات اس دل نے کب پائی
سدا سینہ پہ یہ پتھر رہا کوہِ گراں ہو کر

عدوے خانماں برباد کے گھر جا کے کیا لو گے
رہو آنکھوں میں میری نور بنکر تن میں جاں ہو کر

قد بالا کی الفت ہم کو سولی پر چڑھائے گی
پڑیں گے پیچ زلفوں کے گلے میں پھانسیاں ہو کر

یوں ہی گر دستِ وحشت کی ترقی ہے تو پھر اک دن
اڑیگا دامنِ صحرائے وحشت دھجیاں ہو کر

اٹھا کر گورے گورے ہاتھ جب اس شوخ نے کوسا
مرا تارِ نگاہِ شوق لپٹا چوڑیاں ہو کر

بہت یہ مشغلے نالوں کے اے اخگرؔ نہیں اچھے
جلائیں گے یہی آخر تمہیں آتش فشاں ہو کر

○

فراقِ یار میں ہمدم کروں ضبطِ فغاں کیونکر
جو یہ بھی ہو تو چھپ سکتی ہے چشمِ خونفشاں کیونکر

فدا اغیار دل کرتے ہیں کیونکر اور جاں کیونکر
ذرا ہم بھی تو دیکھیں آج ہوگا امتحاں کیونکر

ہجومِ بے قراری ہے وفورِ آہ و زاری ہے
الٰہی دل کو گر تھاموں تو ہو ضبطِ فغاں کیونکر

جو تو بھولا تو بھولا ہو اجل تو یاد کرتی ہے
ترے بیمارِ فرقت کو نہ آئیں ہچکیاں کیونکر

شبِ وصلِ صنم دل سے کوئی ارماں نہ نکلا تھا
موذن حلق سے تیرے نکل آئی اذاں کیونکر

ذرا پہلے کلیجہ تھام لیجے دونوں ہاتھوں سے
سنیں گے ورنہ مجھ سے آپ میری داستاں کیونکر

تصور ہر گھڑی ہر لحظہ ہے اس برق پیکر کا
ہمارے خرمنِ دل پر نہ ٹوٹیں بجلیاں کیونکر

یہ مانا خط بھی دل کا حالتِ دل بھی سناوے گا
ادا لیکن کرے گا نامہ بر میری زباں کیونکر

یہی ہے گر ہجومِ حسرت و ارماں تو پہونچے گا
الٰہی منزلِ جاناں تک اپنا کارواں کیونکر

اُدھر ہے گیسو و کاکل اِدھر ہے مبتلا اک دل
الٰہی ایک قیدی ہے کھنچیں دو بیڑیاں کیونکر

ہمارے قتل پر قاتل سے اُن کا ہائے یہ کہنا
تماشا ہم بھی دیکھیں گے کہ تڑپا نیم جاں کیونکر

یہاں اک اک گھڑی اک اک برس ہے ہجرِ جاناں میں
کٹے گی آپ سے اے خضر عمرِ جاوداں کیونکر

اگر نالہ رہا لب پر تو اخگر ہم دکھاویں گے
وصالِ یار کے لیتا ہے بدلے آسماں کیوں

ردیف رائے ہندی

○

باتوں سے تری دشت لبسایا ہے وطن چھوڑ
اب تو مرا پیچھا کہیں اے چرخ کہن چھوڑ

منہ چھوٹا بڑی بات ہے دل بوسہ کی امید
وحشت ہے تجھے ذکر لب غنچہ دہن چھوڑ

تو اور کرے ہمسریٔ عارضِ گلگوں
یہ خام خیالی کہیں اے برگ سمن چھوڑ

دل کو جو ہدف کر کے کلیجہ میں در آئے
ایسا بھی کوئی تیر تو اے تیر فگن چھوڑ

کاہل ہے زمیں جی ہے سخنداں کا اُلجھتا
اخگر کہیں للہ تو یہ طرز سخن چھوڑ

○

کہتا ہے شیخ توبہ تو زینہار توڑ
اور دل یہ کہہ رہا ہے کہ ہاں لاکھ بار توڑ

اے شہسوار حسن ترا پاس ہے ہمیں
رکھتے ہیں ورنہ جوڑ کے ہم بھی ہزار توڑ

چھوڑیں گے محتسب نہ کبھی رندمے کشی
تو شیشے ایک بار نہیں لاکھ بار توڑ

اک تیرے جوڑ کا ہی نہیں ہم کو توڑ یاد
گو یوں تو یاد ہیں ہمیں ظالم ہزار توڑ

وحشت کا جب مزہ ہے کہ اخگر بدشت ذوق
تبخالہائے دل زسرِ نوک خار توڑ

ردیف زائے

○

کیا اچھی نکالی ہے یہ تدبیر دل آویز
لے لیتے ہو دل کرتے ہی تقریر دل آویز
جی چاہتا ہے آٹھ پہر دیکھئے اُس کو
کس درجہ ہے او بت تیری تصویر دل آویز
منہ چوم لیا شوق سے خود زخم جگر نے
جب دل میں لگا جا کے ترا تیر دل آویز
جی چاہے ٹے خود اپنے گلے کو
کچھ ایسی ہے اس شوخ کی شمشیر دل آویز

اخگر وہ لیا کرتا ہے دل آنکھ ملا کر
ہے چشم میں اس شوخ کی تسخیر دل آویز

○

وحشت میں اپنا سینہ ہے میدانِ رست وخیز
ہے گوشہ گوشہ دل کا بیابانِ رست وخیز
پچھلی ہی شب سے دل یہ دھڑکتا ہے کس لئے
کیا صبح وصل یار ہے سامانِ رست وخیز
رفتار نازِ یار سے دیکھے ہیں لاکھ حشر
اصلاً نہیں ہے ہم کو تو ارمانِ رست وخیز
واعظ بھی بھول جائے نہ محشر کو تو سہی
دیکھے جو شام ہجر میں سامانِ رست وخیز

اخگر جنوں کے ہاتھ سے ہے چاک چاک دل
نادم ہے میرے چاک سے دامان رست وخیز

○

نکلی نہیں ہے لب سے ہمارے فغاں ہنوز

آئے گا ورنہ چرخ میں تو آسماں ہنوز

اللہ رے نازکی کہ انہیں دردِ سر ہوا

یاں ہم نے کی شروع نہ تھی داستاں ہنوز

زاہد نہ بھول جائے جو یہ زہد تو سہی

آیا نہیں ہے سامنے جام مغاں ہنوز

ہر پھر کے لے ہی جائے گی لیلیٰ بسوئے نجد

مجنوں کی روح ناقہ کی ہے ساربان ہنوز

ہے ذوق پائمالی کا اخگر انہیں تو آئیں

میں خاک رہ کی طرح سے ہوں ناتواں ہنوز

ردیف سین معجمہ

پرتو عارض بنا جب سے کہ تصویرِ نفس
مہر سے بڑھکر نظر آتی ہے تنویر نفس

شام فرقت سانس لینا جان کو دو بھر ہوا
پارہ پارہ کر رہی ہے دل کو شمشیر نفس

دیکھ کر اعجاز ٹھوکر کا تری ہنگام ناز
کھل گئی سب عیسی و مریم کی توقیرِ نفس

دل میرا خوکردۂ وحشت ہے آنے دو بہار
خاک روکے گی اسے سینہ میں زنجیر نفس

یہ فلک تو کیا ہے گر چاہے تو پھونکے لامکاں
آزمائی ہی نہیں ہے میں نے تاثیر نفس

انتظار یار ہے ورنہ نکل جاتا کہیں
جاں کنی میں بے سبب کب ہے یہ تاخیرِ نفس

ضبط نالہ مجھ کو ہے منظور اگر ورنہ چرخ
پھونک کر دم بھر میں دکھلا دے گی تاثیر نفس

ردیف شین

شاید آجائے مقدر سے ہی رفتار میں لاش
میری رہنے دو پڑی کوچۂ دلدار میں لاش

ان کے گیسوئے معنبر کا میں ہوں سودائی
دفن کرنا پس مردن میری تاتار میں لاش

غیر کمبخت ہنسے اپنوں کے آنسو بھر آئے
لے کے ہمدم جو گئے کوچۂ دلدار میں لاش

کوئی بھولے سے نہ لے نام محبت کا کبھی
اس لئے وہ میری چنواتے ہیں دیوار میں لاش

ذبح کر کے بھی نہ ٹھنڈا ہوا دل قاتل کا
بہر تشہیر پھرائی مری بازار میں لاش

رند مے خوار ہوں اخگر پس مردن میری
چاہیئے دفن کریں خانہ خمار میں لاش

ردیفِ صاد

○

کس طرح ہو کسی کامل کے مقابل ناقص
اس کا رخسار ہے کامل مہ کامل ناقص

ہاتھ دو مار کے کامل تو نکل جاتے ہیں
دست و پا مارتے ہیں برلبِ ساحل ناقص

لطف جب ہے کہ کٹے حلق تو جنبش بھی نہ ہو
ورنہ کشتوں میں گنا جاتا ہے بسمل ناقص

یہ وہی ہے کہ جسے پیار کیا کرتے تھے
آج اللہ کی قدرت ہے میرا دل ناقص

یاں بیک چشم زدن طے مراحل
اور ہوں گے جو کریں قطع مراحل ناقص

سخت جانی ہی میری مانع برش ہے مگر
اپنی تلوار کو کہہ دیجو نہ قاتل ناقص

دل کو سمجھا تھا جو اپنا غلطی تھی میری
آپ سچے ہیں میرا دعوئ باطل ناقص

ایسے حورانِ جناں لے کے کریں کیا آغگر
بے نمک جن کی ادا اور شمائل ناقص

○

لیتا ہے مجھ سے کس لئے چرخِ کہن قصاص
کیا ہے میری وفاؤں کا رنج و محن قصاص

الفت میں اور بھی ہوئی رسوائے دہر شمع
پروانہ سے لیا جو سرِ انجمن قصاص

جرم نظارہ بازی میں ہوتے ہیں پائمال
کشتوں سے لے رہا ہے تیرا بانکپن قصاص

کچھ کہہ تو آج گرم ہیں کیوں عرصۂ قتال
کس بے گناہ کا ہے بت تیغ زن قصاص

آغگر یہ خوں بہا ہے شہیدانِ ناز کا
لیں گے ضرور غیر سے اہلِ وطن قصاص

ردیف ضاد

جنت سے ہم کو کام نہ گلزار سے غرض
ہے کچھ اگر تو کوچۂ دلدار سے غرض

خنجر سے ہے نہ کام نہ تلوار سے غرض
بسمل کو ہے تو ابروئے خمدار سے غرض

محشر کہاں کا کس کو قیامت سے کام ہے
ہے ہم کو تیری شوخیٔ رفتار سے غرض

رندانِ جام چشم بت مے فروش کو
کچھ مست سے ہے کام نہ ہشیار سے غرض

مومن کو کعبہ گبر کو آتش کدہ سے کام
ہم کو ہے آستانِ درِ یار سے غرض

آنکھیں ہماری نشۂ الفت سے بند ہیں
کیوں جائیں ہم کو خانہ خمار سے غرض

کوثر کے جام کی اُسے پروا ہو کس لئے
ہو جس کو چشم ساقیٔ سرشار سے غرض

کرنی پڑیں رقیب کی آخر سماجتیں،
رکھی جو ہم نے اُس بت عیار سے غرض

دیوان کی ردیف میں یہ حرف ہے ضرور
اخگر و گرنہ مجکو اِن اشعار سے غرض

○

وہ رند ہوں کہ میکدہ سے لوں شراب قرض
اور سوختہ دلوں کے جگر سے کباب قرض

چشم سیاہ مست کا ہے دور ان دنوں
مے لے کے پی رہا ہے ہر اک شیخ و شاب قرض

سودا یہ ہے کہ جان بھی دیجے سود میں
پیری کے بدلے ہاتھ لگے گر شباب قرض

اٹھا ہے ابر چھائی ہے ہر چار سو گھٹا
ساقی پلا دے جام مئے مشک ناب قرض

اخگر جمالِ یار کی توصیف کیا لکھوں
لیتا ہے اس کا جلوہ رخ آفتاب قرض

○

جیسے آنکھوں میں بسا ہے کوئے جاناں کا ریاض
خار ہے اپنی نظر میں خلد رضواں کا ریاض

اشک خونی نے بکھیرے ہیں وہ غنچے رنگ رنگ
بڑھ گیا ہے باغ سے بھی میری داماں کا ریاض

گل پہ گل کھائے ہیں سوزش میں لشب ہائے فراق
تب پھلا ہے پھول کر شمع شبستاں کا ریاض

جبہ سائی در خورشید سے روشن ہوا
کچھ نہ کچھ تو کام آیا ماہ تاباں کا ریاض

کہتے کہتے شعر اخگر تم بھی شاعر ہو گئے
سچ یہ ہے ضائع نہیں ہوتا ہے انساں کا ریاض

ردیف طائے معجمہ

(۱)

لکھوں گا گلعذار کو وہ مشک بار خط
قرباں ہزار حسن پہ کرے وہ ہزار خط

مضمون داغ دل جو ہے ہر سطر میں لکھا
بنکر چلا ہے رشک گل و لالہ زار خط

یوں مانگتا دعائیں ہوں قاصد کے واسطے
پہنچائے خیر سے مرا پروردگار خط

ہے تذکرہ جو زلف کا ہر اک نورد میں
ہے رشک بخش نافۂ مشک تتار خط

یارب یہ کس کا نامۂ تسکین بخش ہے
رکھتا ہوں اور اٹھاتا ہوں میں بار بار خط

ہو اضطراب دل کا برا جوش عشق میں
میں ان کو لکھ رہا ہوں عبث بار بار خط

وہ آئے ہیں نہ آئیں گے اخگر کسی طرح
تم اُن کو ایک ہی نہیں لکھو ہزار خط

پھر بہار آئی بڑھا ہے چاک اور داماں کا ربط
پاؤں سے ہے روز افزوں خانۂ زنداں کا ربط

آج ہی یہ اشک خونی ہمسر دریا نہیں
ایک مدت سے ہے جوش چشم اور طوفاں کا ربط

جب بڑھے گی پھونک ہی دے گی دل و جان و جگر
برق خاطف سے ہے اپنی سوزش پنہاں کا ربط

گر بہار آتے ہی پہنی بیڑیاں ہم نے تو کیا
ہے بہت مدت سے ہم سے خانہ زنداں کا ربط

مجھ سے مل بیٹھیں وہ اخگر کیا عجب کی بات ہے
دہر میں ہوتا ہی ہے انسان سے انساں کا ربط

ردیف ظائے موحدہ

○

حال زنداں سے در گذر واعظ
راہ لگ اپنا کام کر واعظ

کیوں جھگڑتے ہو اس سے حضرت رند
لطف مے سے ہے بے خبر واعظ

حور و غلماں کو بھول ہی جائے
دیکھے اس کو جو اک نظر واعظ

ہجو مے اور بر سر منبر
خوف خالق سے کچھ تو ڈر واعظ

دل سے اور اس کی یاد جائے گی
ہے خیال آپ کا کدھر واعظ

گر رسا ہو تو آسماں کو ہلائے
نہیں یہ آہ بے اثر واعظ

چھیڑ کر ذکر حور و خلد آخر
کھا گیا آج میرا سر واعظ

ردیف عین

یوں تری جانب ہے اے خورشید پیکر دل رجوع
برّشِ خنجر کی جانب جیسے ہو بسمل رجوع

لاگ ہے یہ عشق کی ورنہ نہ ہوتی ہمنشیں
شمع پروانہ کی جانب برسر محفل رجوع

کوچۂ دلدار سے بڑھ کر تو ہو سکتا نہیں
سوئے ذکر خلد کیونکر ہو ہمارا دل رجوع

نشۂ دنیا میں کب تک بے خودی نادان دل
کر بسوئے عالم عقبےٰ بھی کچھ غافل رجوع

تو امیر حسن ہے تو ہم گدائے گنج حسن،
کرتے ہیں ارباب دولت جانب سائل رجوع

بدر کو دیکھیں گے کیا عاشق تیرے رخسار کے
سوئے ناقص کر نہیں سکتے کبھی کامل رجوع

چھوڑ کر میں بتکدہ کعبہ کو جا سکتا نہیں
بت پرستی کی طرف ایسا ہے اخگرؔ دل رجوع

ردیف غین

○

وہ تشنہ ہوں نہ سیر کرے مجھ کو آبِ تیغ
برسے جو لاکھ سال برابر سحابِ تیغ

یوں اس کی نیچی نظروں میں تیغِ ادا ہے برق
جس طرح سے نیام بنا ہو حجابِ تیغ،

بجلی کی طرح کوند کے مقتل میں گر پڑی
مجھ پر ہی واہ واہ زہے انتخابِ تیغ

دنیا میں سرخ رو ہوئے رتبہ ہوا بلند
خوش قسمتی سے ہو گئے جو کامیابِ تیغ

خائف جو بوالہوس ہیں تو صادق ہیں شادماں
قابل ہے دیکھنے کے ترا رعب و دابِ تیغ

اخگر بر آئیں دل کی تمنائیں ایک دم
اپنا گلا اگر ہو کہیں کامیابِ تیغ

○

فرقت میں شکوۂ غم درد جگر دروغ
فریاد شام تا بہ بطلوع سحر دروغ

آنے کی ان کے آج سُنا کر خبر دروغ
کرتا ہے کس لئے مجھے خوش نامہ بر دروغ

تھامے ہوئے جگر کو چلے آئے کس طرح
کہتے تھے تم تو آہ سحر بے اثر دروغ

الفت میں سوزش دل پروانہ سب غلط
دم توڑنا فراق میں شمع سحر دروغ

دعوئے عشق سن کے وہ کہتے ہیں ناز سے
یہ لاف یہ گذاف ہے سب کس قدر دروغ

ابرو و رُخ نے یہ مسرے جھگڑا مٹا دیا
ہے دعوئے جمال ہلال و قمر دروغ

یہ اضطراب کشمکش ہجر ہے بناوٗ
اختر قلق بصورت آہ سحر دروغ

ردیف فائے معجمہ

○

دل سے گذر گیا ترا سفاک تیر صاف
آئینہ ساں تھا صاف گیا ناگزیر صاف

یوں دل ہے تیرے حسن کا پرتو پذیر صاف
آئینہ جیسے آئینہ کا ہو نظیر صاف

جس طرح سے کہ شیشہ سے جائے نظر گذر
اس طرح میرے دل سے گیا تیرا تیر صاف

طینت میں اس لئے ہے صفائی مری کہ میں
جام مئے صفا سے ہوا ہوں خمیر صاف

کس طرح سے بتاؤں کہ کس بت کا بندہ ہوں
کیونکر جواب دوں تمہیں منکر نکیر صاف

پیچھے ہی کیجئے گا کدورت کا کچھ گلہ،
کر لیجئے پہلے اپنا تو صاحب ضمیر صاف

اخگر میں کس زبان سے اس کی صفت کروں
جیسی کہ ہے زبانِ جناب امیر صاف

○

عرصہ گاہ حسرت وارمان صاف
یاس نے سارا کیا میدان صاف
کیا صفائی ہے لیا اس نے اٹھا
ارتباط غیر پر قرآن صاف
اک تری ترچھی نظر نے کر دیا
حسرت وارمان کا میدان صاف
آہ سوزاں دل سے گر نکلے تو ہو
جل کے دم میں عالم امکان صاف
غیر ارماں اور اب کچھ بھی نہیں
آیئے دل میں کہ ہے میدان صاف
خال آیت قد الف ابرو ہے مد
شکل تیری منزل قرآن صاف
صورت آئینہ بھی ہے پر غبار
ہے بہت مشکل ملے انسان صاف
اک ادا میں لے گیا آخر وہ شوخ
عقل و ہوش و دیں خرد ایمان صاف

ردیف قاف

سنایئے کسے اے ہمنشین بیانِ فراق
کہ طول عرصۂ محشر ہے داستانِ فراق

عذاب حشر سے واعظ ڈریں گے ہم کیونکر
کہ رہ چکے ہیں بہت زیرِ امتحان فراق

مری بغل میں ہے وہ آج ہمنشیں بہ خدا
شب وصال نہ کر ذکر پاستان فراق

جگر قلم کا پھٹے حرف تر ہوں اشکوں سے
لکھوں جو بھول کے میں اپنی داستانِ فراق

بڑے مزے سے گذرتا تھا آرزوؤں میں
کہاں گیا وہ خدا اے خوشا زمانِ فراق

ہجوم یاس ہے انبوہ آرزو بھی ہے
اتر رہا ہے مرے دل میں کاروانِ فراق

شراب اشک سے چشم اور لختِ دل سے جگر
شب فراق بنے خوب میزبانِ فراق

ہدف سمجھ کے مرے دل کو رات دن پیہم
ستم کے تیر لگاتی رہی کمانِ فراق

وہ صبح وصل جو جانے لگے تو میں اخگر
یہ دل میں سمجھا کہ اب ٹوٹا آسمانِ فراق

ردیف کاف تازی

کیوں چرخ پر خجل ہیں مہ و آفتاب تک
چہرہ ہے واں ابھی نہیں اُٹھا نقاب تک

پہنچی اگر یہ آہ رخ شعلہ تاب تک
رکھے گی پھر نہ دل میں تمہارے حجاب تک

انساں کو بعد مرگ نہیں پوچھتا کوئی
ساری خرابیاں ہیں جہان خراب تک

میں ہوں وہ بادہ نوش کہ مانگوں اگر دعا
مے سے بھرا ہوا نظر آئے سحاب تک

اف رے غرور حسن پیام وصال پر
وہ بد مزاج دے نہیں سکتا جواب تک

ہوں شاد کیوں نہ بادہ پلا کر شب وصال
رکھا نہ جس نے یار کے دل میں حجاب تک

دنیا میں عیب سے نہیں کوئی بچا ہوا
آلودۂ کلف ہے رخ ماہتاب تک

بیدار اس لئے ہوں شب ہجر میں کہ وہ
ہمراہ لے گئی مری آنکھوں سے خواب تک

قاصد کی خیر کیجو الٰہی یہ کیا ہوا
خود بھی نہ آیا اور نہ لایا جواب تک

دیکھا ہے جب سے تابش دندانِ یار کو
ہیں پانی پانی شرم سے دُرِ خوش آب تک

اللہ رے چابکی تری او شوخ تند خو
مقدور کیا جو پہنچی صبا بھی رکاب تک

احسن گر غضب ہے غیر سے ہوں بے حجابیاں
اور تیرے واسطے نہ اٹھائیں نقاب تک

ردیف کاف فارسی

○

یارب جما ہے کون سے گل پیرہن کا رنگ
آتا نظر ہے آج نرالا چمن کا رنگ

چمکا چمن میں جب بت غنچہ دہن کا رنگ
عارض سے اڑ گیا سمن و یاسمن کا رنگ

اس کی نگاہ ناز بدلنی ہی قہر تھی
گردش نے گرد باد کیا انجمن کا رنگ

لیتا تھا بل کی کاکل پُر پیچ یار سے
خوشبو کی طرح اڑ گیا مشک ختن کا رنگ

کاٹے گا سیکڑوں کے گلے ایک دن میں
یہ کہہ رہا ہے آج ترے بانکپن کا رنگ

دکھلائے گا یقیں ہے کوئی رنگ تازہ آج
بدلا ہے ورنہ کس لئے چرخ کہن کا رنگ

غربت کی بے کسی کا برا ہو کہ دشت میں
آنکھوں میں پھر رہا ہے ہمارے وطن کا رنگ

کیسا عروسِ تیغ سے لپٹا ہے شوق میں
کشتہ پہ چھا گیا تیرے قاتل دلہن کا رنگ

کیسی زمیں ہے سست کہ اخگر کسی طرح
جمتا نہیں جمائے سے اصلاً سخن کا رنگ

ردیف لام

○

ازل میں جب زمانہ کو ملا دل
مرے حصہ میں آیا مبتلا دل

تری برق نظر گرنی غضب تھی
اٹھا اک شور پہلو سے چلا دل

دکھا کر ناز دزدیدہ نظر سے
وہ رہزن ہائے میرا لے چلا دل

خدا ان بے وفاؤں سے بچائے
بگڑ جاتے ہیں لے کر بر ملا دل

وہی کچھ جانتا ہے جس پہ گذرے
برا ہوتا ہے یہ کافر پھنسا دل

کسی کی پھر گئی آنکھوں میں تصویر
سنبھالو ہمدمو لو پھر چلا دل

تجاہل سے کسی کا ہائے اخگر
یہ کہنا ہاں کہو کس کو دیا دل

○

موج پر موج ہے روانیٔ دل
بڑھ گئی حد سے خونفشانیٔ دل

کس سے کہیے غم نہانیٔ دل
ہو سکے کس سے رازدانیٔ دل

اس کے کوچہ میں نقش پا کی مثال
مٹ گیا اُف رے ناتوانیٔ دل

ایک جلوہ میں ہو گیا بے ہوش
رہ گئی ساری لن ترانیٔ دل

تم نے ٹھکرا کے چور کر ڈالا
خوب کی واہ قدر دانیٔ دل

دل کے آنے کو شیخ کیا جانے
جانیں دل والے کچھ معانیٔ دل

خوب موقع ہے ان سے کہہ اخگر
داستاں دل کی خود زبانیٔ دل

○

سرو گلزار ترے قامت بالا سے خجل — عارض گل ہوا رخسار مصفا سے خجل

آنکھ نرگس نے ملائی نہ تری آنکھوں سے — طرۂ سنبل کا ہوا زلف چلیپا سے خجل

ہوں جو خوکردۂ عارض تو ہوا گلشن میں — چہرۂ گل بھی مری چشم تماشا سے خجل

یہ تجلّیٔ سر طور نہیں حضرتِ دل — اس کا جلوہ ہے نہ کرنا مجھے موسیٰ سے خجل

آؤں رونے پہ تو طوفان اٹھاؤں اخگر
کب مری چشم ہوئی جوششِ دریا سے خجل

○

پھر کچھ بدل چلی ہے ہماری ہوائے دِل — کرتا ہے بار بار جو یوں ہائے ہائے دِل

سن لو جو ایک بار تو آنسو ٹپک پڑیں — افسانۂ الم ہے مرا ماجرائے دِل

یہ کائنات کیا ہے جلائیں گی لامکاں — ہونے تو دو بلند مرے نالہ ہائے دِل

دعویٰ بہت ہے غیر کو الفت کا ان دنوں — کھل جائے صاف حال جو وہ آزمائے دِل

اخگر مرے مسیح سے اتنا کوئی کہے
دشنام لب میں تیری ہے پنہاں دوائے دِل

○

کس سے کہئے جا کے رازِ دردِ دل　　کون ہوگا چارہ سازِ دردِ دل

تیرِ مژگاں سے خلش کیوں کر نہ ہو　　ہے اسی سے ساز بازِ دردِ دل

ہے کلیجہ میں تپش سینہ میں سوز　　کیجئے کیا امتیازِ دردِ دل

سوزشِ زخمِ نہاں کے سامنے　　شمع کیا جانے گدازِ دردِ دل

اس کے پیکاں سے خلش ہوتی رہی　　ہے یہی راز و نیازِ دردِ دل

دل ہی کیا نبضیں ہیں ساری مضطرب　　تا کجا ہے ترک و تازِ دردِ دل

کیا پڑی ہے جو جگر بھی ساتھ دے　　کیوں اٹھائے کوئی نازِ دردِ دل

کٹ رہی ہے عمر کیسے لطف سے　　ہو نہ کم یارب یہ آزِ دردِ دل

شامِ فرقت بہرِ رونق بن گئی　　نالۂ و شیون طرازِ دردِ دل

لب ہے شایانِ فغانِ غم میں تو ہے　　سینۂ زخمی مجازِ دردِ دل

ہجر میں جوں شمع گریاں رات بھر

تا کجا اخگر گدازِ دردِ دل

ردیف میم

○

اس درجہ تنگ آئے ہیں اب التجا سے ہم
ہم سے دعا خفا ہے خفا ہیں دعا سے ہم

کرتے ہیں التجا یہی ہر دم خدا سے ہم
مل جائیں کاش اس بتِ کافر ادا سے ہم

حد بھی ہے کوئی ظلم و ستم کی ستم شعار
اے چرخ اب تو تنگ ہیں تیری جفا سے ہم

جوشِ قلق نے خواب سے بیدار کر دیا
تھے ہمکنار اُس بتِ شیریں ادا سے ہم

کیا لطف آ رہے ہیں شبِ وصلِ یار ہے
کچھ وہ خفا سے بیٹھے ہیں کچھ ہیں خفا سے ہم

ان کو غرورِ حسن یہاں وقتِ واپسیں
کیونکر ہوں نا امید نہ اپنی شفا سے ہم

کل تک وہ ربط تھا کہ جو ہے آج غیر سے
کیا ایک دن میں ہو گئے نا آشنا سے ہم

اچھا کیا جو تم نے نہ کی ایک سے وفا
دشمن اُدھر خجل ہیں اِدھر ہیں وفا سے ہم

کیوں بار بار آتی ہے خلوت میں یار کے
بیزار ہو رہے ہیں شمال و صبا سے ہم

طفلی میں مصحفِ رخِ جاناں سبق رہا
ہیں درس خوان مکتبِ عشق ابتدا سے ہم

اخگر کا خون ہاتھوں میں مل کر وہ کہتے ہیں
رکھتے ہیں شوق شوخیٔ رنگِ حنا سے ہم

○

دیتے نہ دل کسی کو کبھی ابتدا سے ہم
واقف جو ہوتے عشق تری انتہا سے ہم

سُن سُن کے ان کے شکوۂ بے جا شبِ وصال
کس درجہ منفعل ہوئے عذرِ بجا سے ہم

یاں کان اور ہی کسی آہٹ پہ ہیں لگے
جاگیں گے صورِ حشر تری کیا صدا سے ہم

میں دل میں سوچتا ہوں کہ دل کو بچایئے
انداز کہہ رہے ہیں کہ لیں سو ادا سے ہم

اٹھی گھٹا ہے جھوم کے کعبہ سے بھر بھی جام
مدت سے ہیں شراب کے ساقی پیاسے ہم

جس دل پہ ناز تھا نہ ہوا وہ بھی آشنا
پھر کیا کریں امید کسی آشنا سے ہم

تشنہ دہن ہیں جام لب لعل یار کے
سیراب خضر ہوں گے نہ آب بقا سے ہم

بن کر پری تصور جاناں جو آگیا
کرنے لگے خیال میں باتیں ہوا سے ہم

اللہ رے یاس نبض جو دیکھی طبیب نے
بولا مریض دور ہیں کوسوں شفا سے ہم

دل بھی اگر یہی ہے زباں بھی اگر یہی
کیوں کر گلہ کریں گے تمہارا خدا سے ہم

ہے جان ناتواں جو فقط بہر ارمغاں
احسن گر خجل ہے ہم سے قضا اور قضا سے ہم

ردیف نون

عجب تاثیر ہے نام حبیب پاک مرسل میں
کہ بن جاتا ہے حرز جاں وہ ہر اک سخت مشکل میں

مرے نزدیک دنیا میں بہت بہتر ہے جنت سے
جگہ تھوڑی سی مل جائے جو طیبہ کی منازل میں

اسی کی نعت میں ہیں زمزمہ سنج طرب طائر
بپا ہے شور صلّو کا گلستاں کے عنادل میں

جہاں دیکھا تجھے دیکھا جہاں پایا تجھے پایا
ترے ہی نور کا پرتو ہے آب و آتش و گل میں

کسی کو غرہ طاعت پر کوئی نازاں عبادت پر
مجھے کافی ہے نام احمدی رہنا میرے دل میں

وہ قُم سے زندہ کرتے تھے یہ ٹھوکر سے جلاتے ہیں
بھلا عیسیٰ کو کیا نسبت ہے، احمدؐ کے مقابل میں

گذرگاہ مدینہ میں یہی حسرت ہے آخگر کی
شہیدی کی طرح جائے نکل دم اس کا محمل میں

○

نبیؐ کے بادۂ الفت کا اک سرشار میں بھی ہوں
اسی خمخانہ رحمت کا ہاں مے خوار میں بھی ہوں

چھکا کر بادۂ دیدار سے اچھا مجھے کر دے
نگاہ مست کا ساقی تیری بیمار میں بھی ہوں

الٰہی وہ بھی دن آئے پلائیں وہ مے کوثر
پکاروں میں کہ یا احمدؐ ترا مے خوار میں بھی ہوں

زلیخا کی طرح سے یوسف بطحا کے سودے میں
لئے یہ نقد دل اپنا سر بازار میں بھی ہوں

شب معراج جب دیکھی تجلی تیرے عارض کی
کہا موسیٰ نے ہاں ہاں طالب دیدار میں بھی ہوں

بلائیں حشر میں جس دم نبی امت کو دوزخ سے
پکاروں تو خبر میری کہ عصیاں کار میں بھی ہوں

ترے لب ہائے صحت بخش کے اعجاز کو سنکر
مسیحا بول اٹھے اک ترا بیمار میں بھی ہوں

زیارت سے مشرف کیجئے اخگر کو یا حضرت
تمہارا امتی اور طالب دیدار میں بھی ہوں

○

ہادیٔ و پیشرو دین خدا کہتے ہیں
قبلہ کعبہ کو تجھے قبلہ نما کہتے ہیں

رتبۂ عشق بھی کیا چیز ہے اللہ اللہ،
کبھی بندہ کبھی بندے کو خدا کہتے ہیں،

از صفی تا بہ مسیحا ہوئے جتنے مرسل
پیشوا آپ کو بے چون و چرا کہتے ہیں،

شب معراج فلک پر یہ ہر اک سو غل تھا
لو وہ آئے جنہیں محبوب خدا کہتے ہیں،

ان کے ادنیٰ سے غلاموں نے جلائے مردے
دیکھئے حضرت عیسیٰ اسے کیا کہتے ہیں،

تشنۂ دید ہوں ہاں ساقیٔ کوثر مدد دے
کہ تری ذات کو سب بحر سخا کہتے ہیں

گرد دروازہ اقدس کو مریضان الم
اخگر خستہ جگر خاک شفا کہتے ہیں

○

ظہورِ سرِّ جلی تھا خفا کے پردے میں
بقا کا رمز نہاں تھا فنا کے پردے میں

نہاں جو راز تھے اوحیٰ دنیٰ کے پردے میں
وہ ہم نے کھول لئے سارے لا کے پردے میں

الستُ کس نے کہا تھا حیا کے پردے میں
صدا یہ کس کی تھی قالو بلیٰ کے پردے میں

قوی گناہوں میں ہمت ہے کس سہارے پر
جھلک یہ کس کی ہے خوف و رجا کے پردے میں

حجاب اتنا بھی لازم نہیں ہے پردہ نشیں
کہ بات کہہ کے چھپا ہے صدا کے پردے میں

اٹھا حجاب دوئی وحدتِ مجسم سے
دکھائیں راہیں وہ کچھ اس نے لا کے پردے میں

سخن تھا پردہ طلب کہدیا کہ اوادنےٰ
وگرنہ خوب ملے دونوں جا کے پردے میں

کھنچا تھا روزِ ازل جو مرقع اوّل،
کھلا وہ آکے کہاں انتہا کے پردے میں

نگاہِ شوق سے دیکھا ہے ہم نے اے احقر
خدا کا جلوہ شہٗ دوسرا کے پردے میں

○

وفائیں کرتے نہ عاشق جفا کے پردے میں
نہ چھیڑتا جو ترا لطف آ کے پردے میں
لگا کے کان ذرا قیس سن حقیقت حال
یہ کون بول رہا ہے درا کے پردے میں
مریض ہجر نہ یوں روز ایڑیاں رگڑے
وہ کاش زہر ہی دیدیں دوا کے پردے میں
غرور حسن نہ تھا آنکھ ان کی یوں نہ اٹھی
جفائیں کھیل رہی تھیں حیا کے پردے میں
یہ کس نے دل کو جلایا یہ کیوں جگر تڑپا
کہیں نہ برق چھپی ہو ادا کے پردے میں
سیہ لباس میں تم دیکھتے ہو طرز اپنی
رقیب دوست ہو میرے عزا کے پردے میں
نئی یہ طرز ستم ہے نئی ہے یہ شوخی،
مجھے وہ کوس رہے ہیں دعا کے پردے میں
ہمارے خط طلب کو پڑھا تو یوں بولے،
کچھ اور رنگ بھی ہے مدعا کے پردے میں
جگر میں چٹکیاں لیتا تھا بار بار اخگر
یہی تو درد تھا آہ رسا کے پردے میں

○

خیالی نقش پر ہے ناز ناصح کو بہت دل میں
حقیقت کھل ہی جائے تم جو آجاؤ مقابل میں

پئے دیدار شاید آج اذن عام ہے اس کا
کہ تانتا لگ رہا ہے عاشقوں کا کوئے قاتل میں

ارے رہنے بھی دے ناصح تو اس پند و نصیحت کو
مئے گل رنگ پی رکھا ہے کیا وعظ و مسائل میں

کہاں تک غم اٹھائے کوئی آخر انتہا بھی ہو
کہ صدمے سہتے سہتے پڑ گئے ناسور ہیں دل میں

سہے تیری محبت میں ستم کیا کیا نہ اخگر نے
ذرا انصاف کر بہر خدا اے بے وفا دل میں

○

سراپا سوزش دل سے بشکل شمع محفل ہوں
الٰہی کون سے میں دل جلے کا سوختہ دل ہوں

دل بیتاب ہے سیماب کی مانند پہلو میں
لگا ہے تیر مژگاں کی ادا کا جب سے گھائل ہوں

انہیں بیٹھے بٹھائے کھینچ ہی لایا مرے گھر کو
تیری تاثیر کا اے جذبۂ دل کیوں نہ قائل ہوں

مقابل جب ہوا عارض سے تیرے گھٹ گیا آخر
بہت تھا بدر کو دعویٰ کہ میں صورت میں کامل ہوں

یہ بھولی شکل یہ اٹھتی جوانی اور یہ جوبن
تمہیں انصاف سے کہدو کہ میں تم پر نہ مائل ہوں

خدا کی شان ٹھکراتے ہوئے تم عار کرتے ہو
حسیں آنکھوں میں رکھتے تھے میں ایسا لاڈلا دل ہوں

برا ہو اس محبت کا کہ اخگر غم میں جل جل کر
بنا میں لاغری سے شکل دود شمع محفل ہوں

○

برنگ لالہ ہم تو داغ کھائیں درد ہجراں میں
وہ ہمراہ عدو پھولے پھریں صحن گلستاں میں

ترے خوکردۂ وحشت کہیں رہتے نہیں اک جا
کبھی بستی میں بستے ہیں کبھی کوہ و بیاباں میں

نہ جائے گا نہ جائے گا قیامت تک نشاں اس کا
ہمارا خون جوہر بن گیا ہے تیغ براں میں

حرارت دیکھ لی سفاک محروران الفت کی
لہو لگتے ہی چھالے پڑ گئے شمشیر براں میں

یہ مجھ سے رات دن فرقت کے صدمے اٹھ نہیں سکتے
الٰہی دم نکل جائے تڑپ کر درد ہجراں میں

پھر اس کی یاد نے خار الم کی جانفزائی کی
خلش پھر روز افزوں ہے ہمارے درد پنہاں میں

نہ بھولے سے کبھی ظالم کو یاد آئی رہائی کی
ہماری عمر آخر ہو گئی بیداد زنداں میں

کوئی کاکل پہ مرتا ہے کوئی عارض پہ شیدا ہے
ازل سے پڑ رہا ہے تفرقہ گبر و مسلماں میں

جنوں کا ہو برا ایسا بنایا خوگر وحشت
چمن کی یاد بھولے سے نہیں آتی بیاباں میں

مبارک ان کو سیر باغ جو آزاد ہیں اخگر
سسکتے ہیں پڑے دم توڑتے ہیں ہم تو زنداں میں

عیش کا کچھ بھی مزہ فرقت دلبر میں نہیں
ساقیا خون ہے یہ مے ترے ساغر میں نہیں

تیرے نیرنگ سے سارا ہے جہاں گردش میں
کونسا ہے جو یہاں چرخ کے چکر میں نہیں

کہہ رہا ہے نفس سرد تری فرقت میں،
سرد مہری کے سوا کچھ بھی مرے گھر میں نہیں

بعد مدت کے ہوا دور فلک سے ثابت
جز غم و رنج والم اپنے مقدر میں نہیں

لاکھ تاکا کرو کھپتی نہیں دل میں نظریں
شوخی اگلی سی رہی چشم فسوں گر میں نہیں

اپنے آپے میں نہیں ہوں مجھے چھیڑے نہ کوئی
میرے پہلو میں جو دلبر نہیں دل بر میں نہیں

ہو گیا فرط مضامیں سے یہ نامہ بھاری
بوجھ سے طاقت پرواز کبوتر میں نہیں

دیکھے بھالے ہیں بہت ہم نے بھی کہسار مگر
آپ کے دل کی سی سختی کسی پتھر میں نہیں

آج مہماں ہے وہ آئینہ سیما میرا
جو میسر ہے مجھے بخت سکندر میں نہیں

وعدۂ وصل پہ اللہ رے تلون ان کا
ابھی دم بھر میں ہے ہاں ہاں ابھی دم بھر میں نہیں

کوئی حد بھی ہے کہاں تک سہیں درد فرقت
اب تو یارائے تحمل دل مضطر میں نہیں

برہمی بڑھ گئی مرتے ہی کسی گھائل کے
اب وہ ایکا صف مژگاں ستمگر میں نہیں

قابل رحم ہے اس درجہ بری حالت ہے
سانس لینے کی تواں آپ کے اخگر میں نہیں

○

تکلیف دینے آئے ہیں کیوں چارہ گر ہمیں
یہ دردِ عشق کا ہے نہیں دردِ سر ہمیں

مردار پڑا ہے اور تن بے جاں زمین پر
الفت کا آپ کی یہ ملا ہے ثمر ہمیں

جائیں کس آستاں پہ درِ یار کے سوا
بہتر ملا نہ اس سے کوئی سنگِ در ہمیں

نالوں کی ہیں اگر یہی آتش فشانیاں
دیں گے جلا کبھی نہ کبھی یہ شرر ہمیں،

نالے کو مرے سُن کے یہ کہتا ہے سنگدل
اس سے بھی آپ کے نہ ہوا کچھ اثر ہمیں

تیرے بغیر او بت نا آشنا مزاج،
واللہ کاٹے کھاتے ہیں دیوار و در ہمیں

کس کس کے حال پر نہ ہوئے ان کے التفات
پوچھا نہ بزم ناز میں شب کو مگر ہمیں

ہم سے نہیں ہے ربط تو پھر بے سبب کیوں
بیٹھے بٹھائے چھیڑتے ہیں فتنہ گر ہمیں

یہ ہی فراقِ یار میں اخگر اگر ہے حال
کر دے گی خاک آتشِ سوزِ جگر ہمیں

کیسی خلش ہے اپنے دل بیقرار میں | ہر دم یہ لو لگی ہے کہ چل کوئے یار میں

آنکھوں میں دم ہے در پہ نظر انتظار میں | کیا حال دل کا پوچھتے ہو ہجر یار میں

کیا خاک شادماں ہو کوئی وصل یار میں | کھٹکا لگا ہوا ہے خزاں کا بہار میں

ہے بوئے خوش جو گیسوئے مشکین یار میں | عنبر میں ہے یہ بات نہ مشکِ تتار میں

سوزش وہی ہے درد وہی ہے تڑپ وہی | مر کر بھی چین ہم نے نہ پایا مزار میں

تجھ سے بہت سوا ہے وفا میں ترا خیال | مونس بنا ہے ہجر کی شب ہائے تار میں

وہ سرو ناز جب سے اپنے نہیں تو پھر | کیا کیجے جا کے باغ میں یا سبزہ زار میں

ہم کو ملا کے خاک میں ظالم ہوا نہ صاف | لکھا جواب نامہ بھی خط غبار میں

وہ وقت واپسیں بھی مجھے پوچھنے نہ آئے | اے موت تو ہی آ کہ مروں انتظار میں

کب تک اٹھائیں ہجر میں دن رات رنج و غم | طاقت نہیں ہے اب تو دل و جاں زار میں

پروانے شمع حسن کے واں ہیں ہزار ہا
اعنگر اس انجمن میں ہو تم کس شمار میں

○

دریا بنیں گے خون کے پھر کوہسار میں　　جھگڑا پڑا ہے آبلۂ و نوک خار میں

تجھ سے بھی آج پاس ہوئی ہجرِ یار میں　　کل تک تو موت تھا میں ترے انتظار میں

تابِ نظارہ کس کے ہے تو انتظار میں　　جلوہ کسی کا کب ہے تیرے اختیار میں

ہو بھی چکا جو ہونا تھا روزِ شمار میں　　ہم جانے کس کے بیٹھے رہے انتظار میں

کب تاک جھانک ہے نگۂ مست یار میں　　دو رند بادہ نوش ہیں شغلِ شکار میں

محشر میں ایک ایک سے ہم پوچھتے پھرے　　یہ دن بھی ختم ہو گا اسی انتظار میں

چشم سیاہ زلف رسا نازو نازکی،　　کھویا گیا ہے دل تو انہیں تین چار میں

کس کس کو روؤں دل کی شکایت فضول ہے　　اے لیجئے کہ گریہ نہیں اختیار میں

قاتل نے ہاتھ روک کے ارماں کا خوں کیا　　کیا کیا نہ رہ گئی دل امیدوار میں

کیا روئیے کہ چشم تمنّا سفید ہے　　آنسو بھی اب نہیں مژہ اشکبار میں

اخگر یہی تو ضبط ہے منہ سے نہ آہ کی

کیا کیا نہ جوش آئے دلِ بے قرار میں

○

جب اس کے چہرہ کا عکس بولا کہ میں مہ آفتاب میں ہوں
تو بوئے کاکل نے عقدہ کھولا میں عنبر و مشک ناب میں ہوں
بتاؤں کیا اپنے دل کی حالت کہ کس قدر پیچ و تاب میں ہوں
خدا کا بندہ ہوں پر بتوں پر مٹا ہوا ہوں عذاب میں ہوں،
اُدھر تو چلتی ہے تیغ ابرو سے اس طرف پیچ و تاب گیسو،
کیا بتوں نے خراب مجھ کو عجیب حال خراب میں ہوں
کبھی ہنساتے ہیں مسکرا کر کبھی رُلاتے ہیں منہ بنا کر
کبھی ہوں شیشہ کبھی ہوں ساغر الٰہی کس انقلاب میں ہوں
اُدھر فلک سے پڑا ہے پالا ادِھر ترے غم نے مار ڈالا،
اور اُس پہ یہ ظلم ہے نرالا کہ تیرے ہر دم عتاب میں ہوں
نہیں ہے کچھ فرق مجھ میں تجھ میں جو کچھ ہے تجھ میں وہی ہے مجھ میں
جو تو خدائی میں چھپ رہا ہے تو میں خودی کے حجاب میں ہوں
مکان پوچھا تو لامکاں ہے نشان پوچھا تو بے نشاں ہے
اگرچہ دریائے بیکراں ہوں سما رہا پر حباب میں ہوں
یہ عمر کہتی ہے غافلوں کو کہ خواب غفلت کے سونے والو
ذرا تو جاگو ذرا تو چونکو کہ ہر گھڑی انقلاب میں ہوں
نہ پوچھ اخگر تو حال میرا کہ دین و ایمان کیا ہے تیرا
کبھی ہوں کافر عذاب میں ہوں کبھی ہوں مومن ثواب میں ہوں

جلوۂ یار سے ایسی ہوئیں ششدر آنکھیں — مردم دیدہ بنے بت ہوئیں پتھر آنکھیں

ان کو طفلی ہی میں چسکا ہے نظر بازی کا — قہر ڈھائیں گی جواں ہو کے ستمگر آنکھیں

تختۂ نرگس کا سمجھنا نہ سرِ راہ کہیں — رہ گئی ہیں ترے عشاق کی بچھکر آنکھیں

بدر کامل ہے جو رخسار تو ابرو ہے ہلال — دانت گر عقد ثریا ہیں تو اختر آنکھیں

نیند آتی ہے ہمیں سو بھی رہو رات گئی — ہائے کہنا یہ کسی کا وہ مل کر آنکھیں

جوش پر جوش ہے اور موج پہ ہے اشک کی موج — بن گئی ہیں تری فرقت میں سمندر آنکھیں

ہجر میں حال جو کچھ روز ترا یوں ہی رہا،
خوں رلائیں گی کسی دن تجھے اخگر آنکھیں

جب سے تری آنکھیں مجھے دکھلا گئیں آنکھیں — رویا ہوں کچھ ایسا کہ مری آ گئیں آنکھیں

نظارہ کچھ ایسا مجھے دکھلا گئیں آنکھیں — موسیٰ کی طرح سے مری پتھرا گئیں آنکھیں

ایما مجھے سب یاد ہیں اس چشم سیہ کے — میں کیا کہوں کیا کچھ مجھے سمجھا گئیں آنکھیں

غیروں سے نگاہیں تری لڑتی رہیں لیکن — جب ہم سے ہوئیں چار تو شرما گئیں آنکھیں

سو درد یہ بھی منہ سے کبھی آہ نہ کرنا — یہ آنکھ ملا کر مجھے سمجھا گئیں آنکھیں

اک ناز تھا گو گردش چشم بت کافر — عالم کی دو رنگی مجھے دکھلا گئیں آنکھیں

خنجر ہیں الٰہی کسی کافر کی نگاہیں — جو صورت بسمل مجھے تڑپا گئیں آنکھیں

مل کر نگۂ مست سے اس شوخ کی اخگر
پھر آنکھوں ہی آنکھوں میں مجھے کھا گئیں آنکھیں

○

جلاتے ہیں مجھے اور غیر کا دل شاد کرتے ہیں
غضب ہے عاشق ناشاد پر بیداد کرتے ہیں

نہ مسجد سے ہمیں مطلب نہ مقصد دیر و کعبہ سے
ترا ہی نام جپتے ہیں تجھی کو یاد کرتے ہیں

ادا سے ناز سے انداز سے عشوے سے غمزہ سے
وہ ہر دم اک نیا جور و ستم ایجاد کرتے ہیں

مبارک ہو تمہیں اے بلبلو یہ سیر گلشن کی
عدم آباد ہم تو جا کے اب آباد کرتے ہیں

کیا ہے عشق نے جس کے ہمیں رسوا زمانے میں
اسی کا دھیان ہے ہر دم اسی کو یاد کرتے ہیں

بھلا اے حضرت دل اس ستمگر کی محبت میں
جوانی آپ اپنی مفت کیوں برباد کرتے ہیں

یہ کس شمشاد قد کی آمد آمد ہے جو گلشن میں
گل و ریحاں بپا شور مبارکباد کرتے ہیں

ہمارا ضبط تو دیکھو تمہارے ظلم بے حد پر
نہ شکوہ لب پہ لاتے ہیں نہ ہم فریاد کرتے ہیں

غضب ہے دل لئے لیتے ہیں وہ آنکھوں ہی آنکھوں میں
خدا جانے کہ کیا جادو ستم ایجاد کرتے ہیں

یہ الٹی بات ہے اخگر ہمارے دین و مذہب کی
جو ہم پر ظلم کرتے ہیں انہیں کو یاد کرتے ہیں

○

بھری محفل میں وہ اغیار سے آنکھیں لڑاتے ہیں
غضب کرتے ہیں ہم سے دل جلوں کو یوں جلاتے ہیں

مرے مرقد کو وہ انداز سے ٹھکرا کے یہ بولے
کہ جس کو چاہتے ہیں خاک میں ہم یوں ملاتے ہیں

تصور دل میں رکھتے ہیں تری تصویر کا ہر دم
نئے ڈھب سے ترے شیدا ترا نقشہ جماتے ہیں

ہمارا بزم میں آ بیٹھنا کیا خوش نہیں آتا،
کہ طعنے غیر پر رکھ رکھ کے وہ ہم کو سناتے ہیں

بشر کی قدر سچ ہے بعد مردن سب کو ہوتی ہے
خبر سنکر مرے مرنے کی وہ آنسو بہاتے ہیں

شکایت ہجر کی اے خنگر کبھی جوان سے کرتا ہوں
تو سُن کر حال بیتابی دل وہ مسکراتے ہیں

○

جو دل تم سے اے جاں لگائے ہوئے ہیں
تعلق جہاں سے اٹھائے ہوئے ہیں

مجھے قتل کر کے پشیماں ہیں خود بھی،
خجالت سے گردن جھکائے ہوئے ہیں

نہیں فرط غم سے یہاں تاب نالہ،
کہ صدمے پہ صدمے اٹھائے ہوئے ہیں

ترے ناز انداز، غمزے ادائیں
ان آنکھوں میں کیا کیا سمائے ہوئے ہیں

نہیں ہے شفق آسماں پر ہویدا
یہ داغ جگر رنگ لائے ہوئے ہیں

رہ عشق میں ہم فنا ہیں کچھ ایسے
کہ ہستی کو اپنی مٹائے ہوئے ہیں

ترے شعر خنگر جہان سخن ہیں
قیامت کے سکے جمائے ہوئے ہیں

○

پہلو میں میرے جب سے وہ رشکِ قمر نہیں
قابو میں ہائے یہ دلِ شوریدہ سر نہیں

ساقی کی چشمِ مست نے مدہوش کر دیا
کچھ ایسے بے خبر ہیں کہ اپنی خبر نہیں

سودے میں تیری زلف کے او بے وفا صنم
سر بھی ہمارا جائے تو پروائے سر نہیں

خود رکھ دیا گلا ترے خنجر کی دھار پر
ہم سا بھی عاشقوں میں کوئی بے جگر نہیں

بے خوف قتل کیجئے بیشک مباح ہے
دعویٰ ہمارے خون کا کچھ آپ پر نہیں

مجھ سے جگر فگار کا یارب جہان میں
مرہم نہیں علاج نہیں چارہ گر نہیں

اخگر بتاؤ کیسے کٹے راہ عشق کی
ہمدم نہیں رفیق نہیں راہبر نہیں

○

پھر ترقی پر ہے اپنی آہ و زاری ان دنوں
دن بدن بڑھتی چلی ہے بیقراری ان دنوں

پھر وہی دردِ جگر پہلو میں اپنے ہو گیا
سیلِ خوں پھر ہو گیا آنکھوں سے جاری ان دنوں

پھر طبیعت کوچہ گردی کی طرف مائل ہوئی
دل پہ پھر کیفیتِ وحشت ہے طاری ان دنوں

ہر گھڑی رہنے لگا مجھ کو تصور پھر وہی،
پھرتی ہے آنکھوں میں پھر صورت تمہاری ان دنوں

دن گذر جاتا ہے اخگر کوچہ گردی میں تو پھر
رات بھر کرتے ہیں ہم اختر شماری ان دنوں

○

وصل جاناں کی نکلتی کوئی تدبیر نہیں
مجھ سے اب تک بھی موافق میری تقدیر نہیں

دردِ فرقت سے ترے اوبت کا فرلب پر
کس گھڑی آہ نہیں نالۂ شبگیر نہیں

دردِ الفت وہ بلا ہے کہ خدا اس سے بچائے
کونسا دل ہے جو اس درد سے دلگیر نہیں

کونسی بات میں ہم کم رہے تجھ سے مجنوں،
سر میں سودا نہیں یا پانوں زنجیر نہیں

اس مقدر کے لکھے ہی کو مٹاتا آخگر
حیف تو یہ ہے کہ میں کاتب تقدیر نہیں،

○

آج ہم نے اس ستم ایجاد کو دیکھا نہیں
اس لئے قابو میں اپنا یہ دل شیدا نہیں

زلف مشکیں نے تری عالم پریشاں کر دیا
کونسا سر ہے کہ جس سر میں ترا سودا نہیں

موت آجائے تو ان جھگڑوں سے پا جائیں نجات
صدمۂ ہجر اب تو اے بارے خدا اٹھتا نہیں

اس محبت کا برا ہو کر دیا زار و نزار
ناتوانی سے مرا تار نظر اٹھتا نہیں

ناصح ناداں نصیحت کیا مجھے کرتا ہے تو
کچھ جنوں مجھ کو نہیں وحشت نہیں سودا نہیں

اب تو کوئے عشق میں رکھا قدم جو ہو سو ہو
سر بھی اپنا جائے تو واللہ کچھ پروا نہیں

کیا خدا جانے پڑھایا غیر نے آخگر اسے
شوخ نے میرے جنازے کو دیا کندھا نہیں

○

تری رفتار سے جادو نمایاں ہوتے جاتے ہیں
ہزاروں فتنے اٹھ اٹھ کر خراماں ہوتے جاتے ہیں

بہار آئی ہے دل کے زخم خنداں ہوتے جاتے ہیں
مرے داغِ جگر رشک گلستاں ہوتے جاتے ہیں

وہ ہنستے ہیں تو گل چینوں کی گلشن میں بن آتی ہے
گل مقصد سے مالا مال داماں ہوتے جاتے ہیں

جنوں کا زور ہے شورش پہ ہے سودائے سر میرا
گریباں پارہ پارہ چاک داماں ہوتے جاتے ہیں

شکست فاش ہے سودا کے ہاتھوں ملک خاطر میں
دل وجاں سب اسیر زلف پیچاں ہوتے جاتے ہیں

امیدیں بڑھتی جاتی ہیں جو تم آنکھیں لڑاتے ہو
تمہارے تیر میرے دل میں ارماں ہوتے جاتے ہیں

نرالے ہیں عجب انداز اخگران کی ایذا کے
جفا کرتے ہیں اور خود ہی پشیماں ہوتے جاتے ہیں

○

مژدہ ہو اے دل نادان کہ وہ آتے ہیں
اب تو سب نکلیں گے ارمان کہ وہ آتے ہیں

ہجر کے دن گئے اور وصل کی آئیں گھڑیاں
کیوں تو اے دل ہے پریشان کہ وہ آتے ہیں

نزع کے وقت خبر آنے کی تیرے سنکر
منتظر آنکھوں میں ہے جان کہ وہ آتے ہیں

کیا کہوں حالت دل جب کہ یہ قاصد نے کہا
کر رکھو وصل کا سامان کہ وہ آتے ہیں

اسی امید پہ بیمار الم ہے اخگر
کوئی دم اور ہے مہمان کہ وہ آتے ہیں

○

نہیں ہے جب سے اپنے وہ بت عیار پہلو میں
تڑپتی ہے تپ فرقت سے جان زار پہلو میں

ہمارے طائر دل کو نہیں آرام اک ساعت
لگا ہے جب سے پیکان نگاہ یار پہلو میں

جلا دے پھونک دے اے آہ آتش دم تامل کیوں
قیامت ہے کہ یوں بیٹھے رہیں اغیار پہلو میں

مرا سر کاٹ کر کس شان سے وہ ترک آتا ہے
ادھر خنجر ہے پہلو میں اُدھر تلوار پہلو میں

کیا ہے وعدہ آنے کا ستمگر نے پر اس ڈھب سے
کہ پنہاں ہے ہر اک اقرار کے انکار پہلو میں

ترا تیر نظر ابرو کماں آیا کچھ اس ڈھب سے
لب زخم جگر نے زہ کہا سو بار پہلو میں

مزہ جب مے کشی کا ہے شب مہتاب اے اخگر
کہ ساغر ہاتھ میں ہو اور بت مے خوار پہلو میں

کب عکس روئے یار ہے جام شراب میں
ہے آفتاب جلوہ نما آفتاب میں

الجھا ہوں کفر و دیں کے عذاب و ثواب میں
ڈالا ہے زلف و رُخ نے غضب پیچ تاب میں

چکر میں آسمان ہے چرخ آفتاب میں
گردش سے چشم کی ہے ہر اک انقلاب میں

اٹھا نہ بارِ عشق ازل میں کسی سے بھی،
آخر مرا ہی نام رہا انتخاب میں،

حسرت کی دھوم غم کا ہجوم آسماں کا جور
یارب ہے ایک جان ہزاروں عذاب میں

قاصد وہ گھر میں آئے مجھے تو یقیں نہیں
جو بھول کر بھی شکل دکھائے نہ خواب میں

بے بس ہوں دل کے ہاتھ سے قابو نہیں مرا
ورنہ میں اور سجدہ بتوں کی جناب میں

اخگر کے دل میں ہے یہی حسرت کہ بعد مرگ
مل جائے خاک خاک رہ بو تراب میں،

○

لے نہ دل بہرِ خدا زلفِ معنبر ہاتھ میں
کب بناتا ہے کوئی یوں سانپ کا گھر ہاتھ میں

مے تو یکساں ہے جناں کی ہو کہ میخانہ کی شیخ
احتیاطاً تو مجھے لے جام کوثر ہاتھ میں

ہم ہیں اور صحرا نوردی ہے گریباں چاک ہے
ایک چکر پاؤں میں ہے ایک چکر ہاتھ میں

پنجۂ خورشید ہے دستِ نگاریں آپ کا
چور مہندی کے نہیں ہیں ہیں یہ اختر ہاتھ میں

کشتگانِ ناز میں یارب مرا ہی نام ہو
قتل کا قاتل لئے ہے آج محضر ہاتھ میں

جب نچوڑے بال اس بت نے بنا کر ناز سے
بن گئے پانی کے قطرے سلکِ گوہر ہاتھ میں

بزم خلوت ہے بت مہوش ہے اور جام شراب
مہر اک پہلو میں ہے اک ماہِ انور ہاتھ میں

حال رونے کا جو پوچھیں سامنے رکھ دیجیو
نامہ بر لے جا مرے یہ دیدۂ تر ہاتھ میں

کس ادا سے قتل کرنے کو مرے آتا ہے وہ
تیغ براں ہے کمر میں اور خنجر ہاتھ میں

واہ رے شوق شہادت جذب کہتے ہیں اسے
تیغ قاتل میاں سے آئی اُگل کر ہاتھ میں

اپنی زیبائش اگر منظور ہو احسنؔ گر انہیں
لے کے آئے آئینہ خورشید خاور ہاتھ میں

○

مردمِ چشم کا دیکھا جو وطن پانی میں
نظر آنے لگے صحرا کے ہرن پانی میں

تیرا رخسار ہو گر عکس فگن پانی میں
ڈوب جائے یہ مہِ چرخِ کہن پانی میں

دیکھ تو جا کے تماشا لبِ بحرِ الفت
بہتے پھرتے ہیں غریبوں کے کفن پانی میں

مثلِ گوہر میں سمجھتا دُرِ دنداں کی جلا
جوہریوں سے ہے پر بحث سخن پانی میں

ہر قدم پر یہ نزاکت سے ہے تاکیدِ خرام
دمِ رفتار نہ پڑ جائے شکن پانی میں

آبرو بحرِ محبت میں ہے جبتک اے دل
موجۂ آب کرے کارِ کفن پانی میں

سخت جانی سے رکی ہے تری قاتل تلوار
کیوں بگڑتا ہے مجھے کب ہے سخن پانی میں

وہ اٹھا ابر دھواں دار پلا دے ساقی
لطف دیتی ہے مئے توبہ شکن پانی میں

طینتِ پاک سے ہوں میں غریقِ الفت
نگۂ خلق سے میلا ہو کفن پانی میں

لب جو عکس نہیں ہے یہ تری آنکھوں کا
بھیس بدلے ہوئے پھرتے ہیں ہرن پانی میں

کس مزے میں ہیں غریقِ یم الفت اخگر
کچھ نہیں حاجتِ تابوت و کفن پانی میں

○

نحیفی سے نہیں باقی صدا فریاد و نالے میں
کہاں تک آئیگی سننے کی طاقت سننے والے میں

دم آخر کہاں تھا ہوش باقی مرنے والے میں
سنبھالا خوب یاد یار نے آ کر سنبھالے میں

ہمارے نالہ ہائے نارسا کی یادگاریں ہیں
یہ پیچ و تاب سنبل میں یہ داغ ہجر لالے میں

جگر میں درد دل میں درد سر میں درد کا سودا
مرض کیا ایک ہوتا ہے محبت کرنے والے میں

صفائی قلب خاک راہ بن کر پائے تو اچھا
نہیں تو شیخ کیا ہے سبحہ میں اور مرگ چھالے میں

کوئی تازہ قیامت سر پہ لائے گا سبب کیا ہے
الٰہی آج رنگ صور کیوں ہے میرے نالے میں

ارادہ ہے جلائے گی مکان و لامکاں اخگر
مثالِ شعلہ جوّالہ سوزش ایک نالے میں

○

ہوں چور جن سے شیشے وہ پتھر ہمیں تو ہیں،
آئینہ اور ذات سکندر ہمیں تو ہیں

سوچو تو بات کچھ نہیں دنیا و آخرت،
دوزخ بہشت بادۂ کوثر ہمیں تو ہیں

پردے ہیں بہر نام عقولات عشر کے
جوہر عرض ہے جس کا وہ جوہر ہمیں تو ہیں

بادل سے آب آب سے دریا بنے ہیں ہم
دریا میں سیپ سیپ میں گوہر ہمیں تو ہیں

سوزش جگر میں چشم میں سیلاب خوں ہیں ہم
آتش ہے جس کا گھر وہ سمندر ہمیں تو ہیں

روز ازل میں کن فیکوں ہم سے ہے مراد
ہر اسم و فعل و حرف کے مصدر ہمیں تو ہیں

اخگر نہ پوچھ ہم سے حقیقت کہ کیا ہیں ہم
سب کچھ ہیں اور خاک برابر ہمیں تو ہیں

○

دیکھتے دل کو ہیں اور کہتے ہیں درکار نہیں
یہ بھی اک حسنِ طلب ہے کہ طلب گار نہیں

کون سی جا ہے کہ جس جا ترا اظہار نہیں
چشم کج بیں مری پر قابلِ دیدار نہیں

قابل دید ہماری ہی نظر یار نہیں
ورنہ نظارہ ترا سہل ہے دشوار نہیں

حشر میں اور تو سب کچھ ہے مہیا سامان
چین لینے کو ترا سایۂ دیدار نہیں

نخوتِ حسن کے قرباں کہ دم قتل میرے
خود کھنچے جاتے ہیں اور کھینچتے تلوار نہیں

واہ رے شوق ترا ہمت صحرا گردی
لامکاں پر بھی یہ کہتی ہے کہ جی ہار نہیں

لاغری اتنی بڑھی ہے کہ نگاہوں کی طرح
ہے نمود اپنی کچھ ایسی کہ نمودار نہیں

کہتی ہے ان کی نظار طلبی غیروں سے
ایک بھی اہل نظر قابلِ دیدار نہیں

اس سے بڑھکر بھی کوئی جرم ہے الفت کیلئے
خود وہ کہتے ہیں کہ یہ میرا گنہگار نہیں

بلبے ہنگامہ فروزی تری ہے داغ جگر
آفتاب سر محشر بھی نمودار نہیں

استواری کا یقیں آئے تو کیونکر اخگر
وعدۂ یار کم از توبۂ مے خوار نہیں،

○

درِ جنت کے آئینے جو میرے دل کے ٹکڑے ہیں
گماں حوروں کو ہوتا ہے مہِ کامل کے ٹکڑے ہیں

جو وہ زہرہ شمائل اک ذرا ابرو کو جنبش دے
کہاں کا سحر دم بھر میں چہِ بابل کے ٹکڑے ہیں

تڑپنے کا اثر بھی کس قیامت کا موثر ہے
اِدھر خنجر کے ٹکڑے ہیں اُدھر بسمل کے ٹکڑے ہیں

نہیں ہے قیس کو درکار بس رسوائی لیلیٰ
وگرنہ دیکھ لیتے تم ابھی محمل کے ٹکڑے ہیں

تڑپنا لوٹنا دم توڑنا اور جان دے دینا
عدم آباد تک اے دل کئے منزل کے ٹکڑے ہیں

انہیں کو میں برا کہتا ذرا کہنا خدا لگتی
جو میری جان کی جاں ہیں جو میرے دل کے ٹکڑے ہیں

ملی ہم کو نہ اک دو گز جگہ اے وائے ناکامی
کئے یوں تو زمیں کوچہ قاتل کے ٹکڑے ہیں

زمانہ جائے عبرت ہے کبھی یہ فرقِ جم ہے
پڑے اب خاک پر جو کاسۂ سائل کے ٹکڑے ہیں

ازل ، محشر ، ابد کا نام جو سنتے ہیں اے اخگر
یہ ہم جیسے تھکے ماندوں کی سب منزل کے ٹکڑے ہیں

ردیف واؤ

○

بگولے بن کے پہونچے لامکاں کو
نہ سمجھے مرکے بھی ہم آسماں کو

ذرا چمکی کہ تا کا آشیاں کو
ہمیں سے ضد ہے کچھ برق تپاں کو

دہن سے ہے جواب بوسہ پیدا
نہ لا سے آشنا کیجئے زباں کو

رسن اور دار تو اک نردباں ہے
بڑا منہ چاہیئے اس امتحاں کو

سناؤں یوں فسانہ دردوغم کا
بیاں خود چوم لے میری زباں کو

تجلی میں تری نیرنگیوں نے
عیاں کیا کیا کیا راز نہاں کو

کریں گے یاد بعد مرگ احباب
بہت کچھ اخگر شیوہ بیاں کو

○

جب سے وہ نور کی صورت ہے چراغِ پہلو
بڑھ کے قندیل فلک سے ہے دماغِ پہلو

چشم ہوں اس وجہ سے رہتا ہے مدام
مئے اندوہ سے لبریز ایاغِ پہلو

لطف جب سوزشِ دل ہے کہ سرِ حشر رہے
شکل خورشید چمکتا ہوا داغِ پہلو

بوئے زلف اس کی بسی ہے جو مشامِ جاں میں
عنبر و مشک سے بالا ہے دماغِ پہلو

سرد مہری سے تری گل نہ کہیں ہو جائے
شکل شمع سحری دم میں چراغِ پہلو

ایک گوشہ میں ہزاروں ہیں غم و رنج مقیم
اللہ اللہ رے توسیع فراغِ پہلو

آسرا ہجر میں دل کا تھا سو اب وہ بھی نہیں
جائے دل سینہ میں باقی رہا داغِ پہلو

جلوۂ طورِ تجلی ہی خجل ہے جس سے
کس کی تصویر ہے یہ چشم و چراغِ پہلو

ہمنشیں بن کے کلیجہ کو مرے چاٹ گیا
خالِ مشکیں رخِ یار ہے زاغِ پہلو

آج پہلو میں وہ خورشید لقا ہے اخگر
چرخ چارم پہ نہ کیونکر ہو دماغِ پہلو

چہرے سے اٹھائیں گے نہ گھونٹ کسی پہلو
چھوڑیں گے نہ وہ وصل میں یہ ہٹ کسی پہلو

ممکن ہو رسائی تو ابھی زلف کی صورت
میں لے لوں بلائیں تیری چٹ پٹ کسی پہلو

سرناصیہ فرسائی سے ہرگز نہ اٹھائیں
ہو کاش میسر تری چوکھٹ کسی پہلو

ہر لحظہ ہے دل پر مرے انبوہ غم و رنج
دم بھر نہیں ٹلتا ہے یہ جمگھٹ کسی پہلو

وہ ربط عدو لاکھ چھپاتے ہیں مگر پھر
بنتی نہیں ان سے یہ بناوٹ کسی پہلو

کیا سانپ نہیں لوٹتے ہیں دل پہ ہمارے
ہٹتی نہیں چہرے سے جو وہ لٹ کسی پہلو

آمیختہ با درد ہے جام مئے انساں
جمتی نہیں افکار کی تلچھٹ کسی پہلو

اخگر کہوں کیا حالت بیتابیٔ فرقت
آرام نہیں ہے کسی کروٹ کسی پہلو

ہماری آہ کا گر امتحاں ہو
تہ و بالا زمین و آسماں ہو

مزہ جب مے کشی کا ہے شب وصل
شراب صاف ہو آب رواں ہو

عدو کو ساتھ لے آنا دم قتل
اگر منظور میرا امتحاں ہو

نہیں تم دل سے جاتے اے غم و رنج
ہمارے حق میں تم ہی پاسباں ہو

وہ کعبہ کس طرح سے جائے واعظ
کہ جس دل میں نہاں مہر بتاں ہو

مٹا جس کا نشاں کوئے بتاں میں
الٰہی وہ ہمارا کارواں ہو

تم اور اس کا تجسس حضرت دل
مکان خاص جس کا لامکاں ہو

بھلا اس سے امید وصل اخگر
جو اپنے سائے سے بھی بدگماں ہو

○

آج کیوں سوگ کا ساماں کئے بیٹھے ہو
کس کا ماتم ہے مری جان کئے بیٹھے ہو

گر پریشانیٔ عشاق نہیں مدِ نظر
کس لئے زلف پریشان کئے بیٹھے ہو

وہ گئے غیر کے گھر اور تم اے حضرت دل
ان کے آنے ہی کا سامان کئے بیٹھے ہو

ہے نگاہ غضب آلودہ سر بزم اُدھر
کیا مری موت کا سامان کئے بیٹھے ہو

وہ نہ آئیں گے شب وعدہ مگر اے اخگر
تم عبث وصل کا سامان کئے بیٹھے ہو

○

یا الٰہی وہ بھی دن ہو ہم ہوں خلوت خانہ ہو
وہ ستم ایجاد ہو اور گردش پیمانہ ہو

بزم خلوت ہو شب مہتاب ہو پیمانہ ہو
میرے ان کے درمیاں پھر وصل کا افسانہ ہو

اس طرف سے ناز ہو اور اس طرف سے ہو نیاز
یاں ہو بیتابی اُدھر انداز معشوقانہ ہو

جس ستم ایجاد کی ہر اک ادا ہو جانستاں
آدمی کیونکر نہ اس کے عشق میں دیوانہ ہو

لطف جب ہے عاشقی کا چاہے اپنی جان جائے
حال دل لیکن کسی کے سامنے افسانہ ہو

سنگ دل کہتا ہے سنکر حال بیمار الم
کوئی اچھا ہو بلا سے مری یا اچھا نہ ہو

او بت ترسا تجھے کرتے ہیں ہم ہر جا تلاش
دیر ہو کعبہ ہو یا مسجد ہو یا بت خانہ ہو

جلوہ فرما تو جو ہو اس غمکدہ میں شمع رو
رشک بزم خسرو و جم یہ مرا کاشانہ ہو

وہ لکھی ہے آپ نے اخگر غزل اس بحر میں
جو سنے بے کیف مے مخمور ہو مستانہ ہو

○

اتنا بھی اضطراب جو شمشیر میں نہ ہو
یہ سوز یہ تڑپ کبھی نخچیر میں نہ ہو

جینا ہمارا حیطۂ تدبیر میں نہ ہو
اٹکا ہوا جو دم تری تصویر میں نہ ہو

رندِ خراب حال ہوں دہرِ خراب میں
سب کچھ بجا ہے جو میری تعمیر میں نہ ہو

دل آرزو کے ساتھ ہدف کس لئے بنے،
اتنی کشش بھی یار کے گر تیر میں نہ ہو

تعجیل قتل کا یہ تہیہ ہے وقت قتل
بے وجہ صرف نعرۂ تکبیر میں نہ ہو

ذلت ہزار بار سہی پر یہ خوف ہے،
رسوائی آپ کی مری تشہیر میں نہ ہو

آزاد باش گرچہ مقولہ درست ہے،
لائے کہاں سے کوئی جو تقدیر میں نہ ہو

سوزِ دروں ہے حضرت اخگر نہ پوچھئے
سب کچھ ہے کم جو نالۂ شبگیر میں نہ ہو

○

چھوڑ تڑپا کے نہ اے خنجرِ براں مجھ کو — جنبشِ اک اور کہ ہے موت کا ارماں مجھ کو

جان کر سوختۂ آتشِ پنہاں مجھ کو — سوزشِ غم نے بھی چھوڑا شبِ ہجراں مجھ کو

شوق میں تیغ سے لپٹا تو تعجب کیا ہے — آگیا یاد کسی کا تنِ عریاں مجھ کو

شمع رو دیکھنے آتے ہیں مرے مدفن کو — دے گیا داغ جگر لطفِ چراغاں مجھ کو

میں وہ جانبازِ محبت ہوں عدو کے ہوتے — تیغ نے ٹوک لیا برسرِ میداں مجھ کو

دیکھ قاتل کو بھی سکتہ ہے دمِ قتل مرے — اتنا شرمندہ نہ کر دیدۂ حیراں مجھ کو

اس کے کاکل کا تصور جو رہا آنکھوں میں — رات بھر آئے نظر خواب پریشاں مجھ کو

فیض ساقی کا ہے وہ جوش کہ میخانہ میں — رند ہر جام پہ کہتا ہے کہ ہاں ہاں مجھ کو

مجھ سے کب چھوٹتی ہے حسن پرستی اخگر
اس میں کافر کوئی سمجھے کہ مسلماں مجھ کو

ردیف ہائے ہوز

○

گھٹائیں جھوم کر ایسی کچھ آئیں سوئے میخانہ
ہلالِ عید رنداں بن گئی ابروئے میخانہ

سحابِ رحمتِ غفّار چھائیں دل کے دل آ کر
کرے مجھ سا جو رند بادہ کش منہ سوئے میخانہ

جدھر دیکھو پڑے ہیں بادہ خواروں کے طوافوں میں
حریم کعبۂ لطفِ خدا ہے کوئے میخانہ

نظر ہیں دو ہلالِ عید ہیں ہنگامِ مے نوشی،
اِدھر ابروئے ساقی ہے اُدھر ابروئے میخانہ

قسم ہے ہم سے آئے شیخ لے گر نام کوثر کا
دماغِ خشک سے گر چھو بھی جائے بوئے میخانہ

وہ میکش ہوں نمازِ صبح کی نیت اگر باندھوں
تو خود قبلہ سے پھر جائے مرا منہ سوئے میخانہ

جنابِ شیخ چھینٹا دیجئے ہم کو نہ کوثر کا
سمجھتے خوب ہیں ہم وہ بھی ہے اک جوئے میخانہ

وقائق سب یہاں ہوتے ہیں طے اسرارِ الفت کے
تجھے معلوم کیا زاہد کہ کیا ہے کوئے میخانہ

جدھر دیکھو اُدھر انوارِ رحمت کے نظارے ہیں
تجلّی زار سینا بن رہا ہے کوئے میخانہ

سحابِ جودِ ساقی جوش پر ہے ہاں چلو رندو
صلائے رحمتِ یزداں ہے ہائے و ہوئے میخانہ

نہ اس کو جاہ کی پروا نہ احسنؔ فکرِ ملک و دولت کی
ہے اپنے وقت کا جم ہر گدائے کوئے میخانہ

○

پیش عارض رکھ کے بیٹھا ہو جو شانِ آئینہ
آج لینے کو ہو شاید امتحانِ آئینہ
اللہ اللہ رے تجلی حسن کی اے فتنہ گر
ہرا دا پر داد دیتی ہے زبانِ آئینہ
تیغ حسنِ یار کی صیقل گری کے واسطے،
خوب کی ایجاد اسکندر فسانِ آئینہ
عکس ابرو عکس مژگاں صید دل کیواسطے
مرحبا کیا خوب ہے تیر کمانِ آئینہ
پرتو حسنِ رخِ دلدار کی پاکر جھلک،
بن گیا ہے دل مرا آئینہ دانِ آئینہ
جام جم سے قلب مضطر کم نہیں رکھتا ہوں میں
پوچھ لے مجھ سے کوئی رازِ نہانِ آئینہ
ہے متاعِ حسن ارزاں نقد دل ہے رائیگاں
ان دنوں وہ گرمیوں پر ہے دکانِ آئینہ
جدھر تیغ دو پیکر جس طرح ہے اب تیغ
ہے تری صورت اسی صورت سے جانِ آئینہ
دیکھ کر اک گرئی شکل بت آتش مزاج
بن گئی ہے آہ بھی اخگر دخانِ آئینہ

○

آگیا ہے سامنے کافر کے جس دم آئینہ
بن گیا ہے مطلعِ انوارِ پیہم آئینہ

چارۂ زخم جگر کے واسطے لِلّٰہ دے،
رقعۂ تصویر جاناں بہرِ مرہم آئینہ

دیکھتے ہی شکل جان آئی تنِ بیمار میں
ہے تری تصویر عیسیٰ اور مریم آئینہ

جلوۂ رخسار سے کونین کے عُقدے کھُلے
منکشف کرتا ہے کیا کیا رازِ مبرم آئینہ

ہے تصور ہر گھڑی اس گیسوئے پر پیچ کا،
بن گیا ہے دِل مرا ہم شانۂ و ہم آئینہ

جلوۂ کون و مکاں پیشِ نظر ہے رات دن
دل پہ ہے گویا مرے رازِ دو عالم آئینہ

عکسِ عارض اور زنخ کو دیکھ کر کہتا ہوں میں
چشمۂ تسنیم ہے یا چاہِ زمزم آئینہ

پرتو دلدار کا اخؔگر جو کچھ آیا خیال
اس قدر حیرت بڑھی بن گئے ہم آئینہ

ردیف یائے معروف

○

دل سے یاد بتِ طناز خیالی نہ گئی، یہ وہ حسرت ہے کہ پہلو سے نکالی نہ گئی
دل سے یاد غم ابروئے ہلالی نہ گئی، ضعف کے نقص میں بھی شکل کمالی نہ گئی
چپ وہ سنتے رہے بیٹھے ہوئے ذکر اغیار بات سچی تھی کوئی بات نکالی نہ گئی
ستم چرخ جفا ہائے عدو، سوز فراق وہ بلا کون سی تھی سر پہ جو ڈالی نہ گئی
راہ الفت میں گئی جان بلا سے جائے شکر صد شکر مری بات تو خالی نہ گئی
چھوڑ دی الفت احباب و اعزا لیکن تیری چاہت دلِ مضطر سے نکالی نہ گئی
آنکھ لڑنا ہی غضب تھا کہ قیامت ٹوٹی چوٹ وہ کھائی جگر پر کہ سنبھالی نہ گئی
ایک بوسہ پہ شبِ وصل طبیعت ان کی ایسی بگڑی کہ کسی طرح سنبھالی نہ گئی

گردشِ چرخ سے ہر چند جناب اخگر
شاعری چھوٹی مگر طرفہ خیالی نہ گئی

○

کیوں تمہیں دل دیا کرے کوئی کس لئے التجا کرے کوئی
تجھ سے پیمان شکن جفا جو سے کیا امیدِ وفا کرے کوئی
سُن کے حال مریض غم بولے کیا علاج قضا کرے کوئی
بس چلو چپ رہو غرض کیا ہے گالیاں کیوں سنا کرے کوئی

جب رسائی نہ ہو وہاں اخگر
عرض کیا مدعا کرے کوئی

○

دن جدائی کا کٹا اور شب فرقت آئی، دل بیتاب پہ اک تازہ قیامت آئی
خبر مرگ مری سن کے وہ روتا آیا، ہائے کس وقت ستمگر کو محبت آئی
آج خود پوچھنے آئے ہیں وہ احوال مریض لو مبارک ہو شفا بن کے عیادت آئی
عالم یاس میں لپٹی ہے گلے سے میرے تیغ قاتل کو بھی شاید کہ محبت آئی

تم نے گو لاکھ کئے جور و ستم اخگر پر
لیکن اس کے کبھی لب تک نہ شکایت آئی

○

دیکھئے کس طرح بسر ہو گی، یہی حالت جو رات بھر ہو گی
ضبط اے اشک ڈوب جائیں گے دونوں عالم جو چشم تر ہو گی
کون روئے گا میری بالیں پر ایک حسرت ہی نوحہ گر ہوگی
کاٹے کٹتی نہیں فراق کی رات کیا خدا حشر تک سحر ہوگی
آئینہ بار بار مت دیکھو دیکھو اپنی تمہیں نظر ہوگی
نقطہ اور خط کا ہو وجود اگر یاد دہن ہوگا یا کمر ہوگی

کھینچ ہی لائے گی انہیں اخگر
آہ کوئی جو پر اثر ہو گی

○

جس پہ اس مست کی نظر ہوگی
اس کو عالم کی کیا خبر ہوگی

کوئے دلبر میں جا پڑیں گے ہم
عمر اپنی وہیں بسر ہوگی

میری اور ان کی آنکھ لڑتی ہے
جان سے پوچھو تو کدھر ہوگی

خود بخود سینکڑوں جھکیں گے سر
دست قاتل میں تیغ گر ہوگی

شب فرقت کا طول کہتا ہے،
تا قیامت نہ اب سحر ہوگی

تم کو اس ڈر سے دیکھتے نہیں ہم
مردم چشم کی نظر ہوگی

رات تو خیر سے گزرنے دو،
پوچھتے کیا ہو کب سحر ہوگی

خوش تو ہوں گے بہت وہ اے اخگر
میرے مرنے کی جب خبر ہوگی

○

گماں پیدا یہ کرتی ہیں برابر ہچکیاں میری
کہ ان کی بزم میں ہوتی ہے شاید داستاں میری

دلِ مضطر کی تسکیں کے لئے کرتا ہے تو باتیں
وہ آئیں میرے گھر قاصد یہ قسمت ہے کہاں میری

ازل سے خوگر زنجیر گیسوئے مسلسل ہوں
رفیق کہنہ ہیں مدت سے ہمدم بیڑیاں میری

کباب سیخ بن جاتا ہے ہر لخت جگر میرا
لہو کے سرخ آنسو ہیں شراب ارغواں میری

الٰہی فرقتِ دلدار سے تو موت بہتر ہے
اٹھاؤں روز کے صدمے یہ طاقت ہے کہاں میری

وہ بیٹھے ہیں حیا سے سر جھکائے میرے پہلو میں
انہیں شرمائے دیتی ہیں بہت گستاخیاں میری

جلایا آتش سوز نہاں نے اس قدر اخگر
ہوئی ہیں کوئلہ جل بھن کے ساری ہڈیاں میری

○

کام جو کرتی نہیں یارب مری تدبیر بھی
پھر گئی ان کی نگہ کے ساتھ کیا تقدیر بھی

قتل بھی تم کر چکے اور نعش کو تشہیر بھی
کیا ابھی باقی ہے میری اور کچھ تعزیر بھی

اس محبت کا برا ہو ہائے جس نے کھو دئے
ننگ بھی ناموس بھی اور عزت و توقیر بھی

اور تو کوئی خطا میری نہیں جز جرم عشق
پھر خفا کیوں ہو کہو تو کچھ میری تقصیر بھی

پھونک ڈالا آتش الفت نے جس کا جان و تن
اس کی مشت خاک سے شرمندہ ہے اکسیر بھی

مصحف عارض میں گیسو کا پڑھا جب سے سبق
یاد ہے والشّمس بھی والّیل کی تفسیر بھی

آج پھر وحشت وہی پھر وہی جوشِ جنوں
پھر پتہ دل کا نہیں پہلو میں سوسو تیر بھی

کچھ ادا ہے اور کچھ شوخی ہے اور کچھ سادگی
کچھ نرالا ڈھنگ رکھتی ہے تیری تصویر بھی

اب تامل کیا ہے میرے قتل میں قاتل بتا
میرا سر بھی خم ہے تیرے ہاتھ میں شمشیر بھی

کس لئے حجت ہے آخگر پی بھی لے جامِ شراب
کوئی کارِ خیر میں کرتا ہے یوں تاخیر بھی

○

خود آتش الفت تو لگائی نہیں جاتی
لگ جائے تو یہ آگ بجھائی نہیں جاتی

تو غیر کے گھر جا کے بھی شرمایا نہ اے شوخ
اب تک تیرے دیدہ کی صفائی نہیں جاتی

بیتابی کا میری انہیں کس طرح یقیں آئے
حالت دلِ مضطر کی دکھائی نہیں جاتی

جو دل پہ گزرتی ہے ہمارے شبِ فرقت
حالت وہ زبانی بھی سنائی نہیں جاتی

گو لاکھ کریں ضبط کہ شہرت نہ ہو اخگرؔ
الفت وہ بلا ہے کہ چھپائی نہیں جاتی

○

اک تمنا ہے ترے دید کی اے جاں باقی
اور حسرت ہے نہ دل میں کوئی ارماں باقی

وحشت دل نے پھرایا نہ ہمیں کس کس جا
کوئی کہسار چھٹا ہے نہ بیاباں باقی

رہ نہ جائے تیرے ہاتھوں سے مری وحشت دل
تن عریاں پہ کوئی تار گریباں باقی

تاب تن سے گئی اور دم بھی ہے مہماں دم کا
اب بھی آجاؤ تو رہ جائے مری جاں باقی

نام رہ جاتا ہے انسان کا اخگر پس مرگ
جام باقی ہے نہ ہے تخت سلیماں باقی

○

گھونگٹ نکال کر صفِ محشر تباہ کی
پردے میں چل رہی ہے کٹاری نگاہ کی

گھاٹی کٹھن ہے عشق و محبت کی راہ کی
چاہِ الم میں ڈوب گیا جس نے چاہ کی

افسوس مجھ کو اے ستم ایجاد بے خبر
کچھ بھی خبر نہیں مرے حالِ تباہ کی

اک بے وفا کی چاہ میں افسوس تو نے دل
کمبخت اپنی ساری جوانی تباہ کی

وہ بے وفائی میں ہیں تو یکتا وفا میں ہم
کس طرح ہو سکے کوئی صورت نباہ کی

سب سے سوا امیر ہیں در کے ترے فقیر
پروا نہیں نہ مال نہ دولت نہ جاہ کی

کچھ ایسے محو بادیہ گردی ہیں عشق میں
منزل کی کچھ خبر ہے نہ ہے فکر راہ کی

لوٹا گیا ہے راہ میں اس دل کا قافلہ
یارب تو داد دیجیو اس بے گناہ کی

کٹتی نہیں ہے کاٹے سے یہ راہ ہمنشیں
منزل کڑی ہے ہجر کے روزِ سیاہ کی

یہ کس جگر فگار کا یارب مزار ہے
مرقد سے آ رہی ہے صدا آہ آہ کی

اخگر سا رند میکش و میخوار و بادہ نوش
توقیر کیا سمجھتا ہے سلطان و شاہ کی

○

بزمِ جاناں تک رسائی ہوتے ہوتے رہ گئی
بخت سے اپنے بھلائی ہوتے ہوتے رہ گئی

چشمِ جاناں سے لڑائی ہوتے ہوتے رہ گئی
تیر کی چتون ہوائی ہوتے ہوتے رہ گئی

میں زمانہ میں سکندر بنتے بنتے رہ گیا
آئینہ رو سے صفائی ہوتے ہوتے رہ گئی

موسمِ گل میں غضب ہے دام سے صیاد کے
ہائے بلبل کی رہائی ہوتے ہوتے رہ گئی

وقت پر آکر مدد کی دل کی یادِ یار نے
فوج حرماں کی چڑھائی ہوتے ہوتے رہ گئی

دل میں جاناں کا تصوّر آتے آتے رہ گیا
کعبہ میں بت کی خدائی ہوتے ہوتے رہ گئی

رہ گیا اخگر وہ قاتل کھینچ کر شمشیر ناز
روح کی تن سے جدائی ہوتے ہوتے رہ گئی

○

مرض غم کا کرے آکے مداوا کوئی
درد دل کے لئے بن جائے مسیحا کوئی

جبہ سائی ترے در پر ہی کریں گے ہم تو
کعبہ جائے کوئی یا جائے کلیسا کوئی

روز روشن میں نمودار شب یلدا ہو
چھوڑ دے رخ پہ اگر زلف چلیپا کوئی

خود گلے سے مرے وہ آکے لپٹ جائے کبھی
ایسی تدبیر نکل آئے خدایا کوئی

زلفِ پُر پیچ میں دِل اپنا پھنسا کر اخگر
مول لے کس لئے یہ مفت کا سودا کوئی

○

ہم سے رندوں کو جو مے تو نے پلا دی ساقی
جھک کے مینا نے سرِ بزم دعا دی ساقی

جام مے گر نہیں ملتا نہ سہی دیر نہ کر
ہم نے خم سے ہی تیرے اوک لگا دی ساقی

ہو گیا حلقہ بگوش درِ مے خانہ وہی
دخترِ رز نے جھلک جس کو دکھا دی ساقی

جلد رندوں کو کوئی دور پلا دے للّٰہ
ورنہ ہو جائے گی دم بھر میں منادی ساقی

میں وہ مے خوار ہوں خم پی کے کبھی سیر نہ ہوں
دے کے تھوڑی سی مری جان جلا دی ساقی

تو قیامت کا ہے چالاک غضب کا عیّار
شیخ کو فقیرے سے مے تو نے پلا دی ساقی

حسن دہ چند ہوا دخترِ رز کا اس سے
آتشیں رنگ قبا تو نے پنہا دی ساقی

ابھی کمسن ہے وہ نازک نہ طبیعت بگڑے
لا گلابی مے گلنار کی سادی ساقی

ایک اخگر ہی نہیں تیرے کرم کا شاکر
جس نے دو گھونٹ پیے دل سے دعا دی ساقی

○

وفور نالہ سے اپنے دہن میں آگ لگی — دہن کا ذکر ہے کیا تن بدن میں آگ لگی

بشکل رنگ شفق پڑکے عکس لالۂ و گل — عیاں ہے صاف کہ چرخ کہن میں آگ لگی

وہ سوختہ جگر و دل کباب ہوں میں بھی — جب انجمن میں گیا انجمن میں آگ لگی

تمہاری آتش فرقت نے اس قدر پھونکا — جگر سے شعلہ اٹھا پیرہن میں آگ لگی

کیا جو نالہ پس مرگ ہم نے مرقد میں — تو شعلے نعش سے نکلے کفن میں آگ لگی

یہ سوز نالۂ بلبل کی دیکھئے تاثیر — قفس کو پھونک کے سارے چمن میں آگ لگی

وہ جوش موسم گل ہے کہ آج کل اخگر
وفور لالہ و گل سے چمن میں آگ لگی

○

حشر کا میداں ہے کوئے یار بھی — چوکڑی چوکیں جہاں ہشیار بھی

پھر تامل کس لئے ہے قتل میں — میرا سر ہے اور تری تلوار بھی

وحشت دل کا برا ہو ہمنشیں — چھٹ گیا افسوس کوئے یار بھی

فتنے اٹھتے ہیں ہزاروں رات دن — اک قیامت ہے تری رفتار بھی

خنجر ناز و ادا سے رات دن، — قتل کیا ہوتے نہیں دو چار بھی

ملتے ہیں داغ جگر انعام میں — ہے عجب کچھ عشق کی سرکار بھی

دست وحشت سے نہیں فرصت ہمیں — کام میں ہیں گرچہ ہیں بیکار بھی

تجھ بن اے بیداد گر فرقت کی شب — بن گئے دشمن در و دیوار بھی

ہے تری رحمت کا اے میرے خدا
منتظر یہ اخگر مے خوار بھی

○

مشابہ اُس کی صورت سے جو ہو تصویر پتھر کی
تو مثل طور بڑھ جائے نہ کیوں توقیر پتھر کی

ہمیں اس سنگدل کے عشق نے مجنوں بنایا ہے
مناسب ہے ہمارے پاؤں میں زنجیر پتھر کی

ملی جب سے جگہ یاقوت کو اس کی انگوٹھی میں
ہوا مقبولِ عالم کھُل گئی تقدیر پتھر کی،

خلائق کا ہوا مسجود ایسا مرتبہ پایا
درِ جاناں پہ آ کر بڑھ گئی توقیر پتھر کی

تم اپنے پائے انور کو جو لوحِ قبر پر رکھ دو
یدِ بیضا سے بڑھ جائے کہیں تنویر پتھر کی

گذر جائے جو نالہ اپنا کوئی کوہ کی جانب
سلیں اڑ جائیں مثل کاہ سو سو تیر پتھر کی

بنائے جائے اس سے جب بت بے رحم عالم میں
تو آخر کر پھر نہ پھوٹے کس لئے تقدیر پتھر کی

○

دن رات جور سہنے کی عادت نہیں رہی
وہ دل نہیں رہا وہ طبیعت نہیں رہی

دل ہوگیا ہے خوگر جور و جفائے یار
اب بے وفائیوں کی شکایت نہیں رہی

رسوا ہوئے ذلیل ہوئے عشق یار میں
توقیر اپنی دل کی بدولت نہیں رہی

تیرے لبوں کے سامنے عالم کی آنکھ میں
لعلِ یمن کی کوئی حقیقت نہیں رہی

جور و جفا اٹھاتے ہوا نڈھال
اب تو مریض ہجر میں حالت نہیں رہی

کس دن جفائے یار سے ہم کو ملی نجات
کس شب ہمارے سر پہ اک آفت نہیں رہی

دیکھا ہے جب سے جلوہ کسی رشکِ حور کا
حورانِ خلد کی مجھے چاہت نہیں رہی

ان کی جفا کا شکوہ زباں سے نکل گیا
محشر میں منہ دکھانے کی صورت نہیں رہی

اخترؔ کسی کے کوچہ میں ہم نے وہ سیر کی
جس سے نظر میں وقعت جنّت نہیں رہی

○

قیامت کا نمونہ ہے شب تنہائے بیتابی
خدا دشمن کو بھی ہرگز نہ دکھلائے بیتابی

کہوں کیا تم سے ہمدم حالت شبہائے بیتابی
کہ دل میں درد تھا اور لب پہ لفظ ہائے بیتابی

نہ تم پہلو میں آؤ اور نہ دل ہی اپنے قابو میں
کہو تو کس طرح سے پھر کٹیں شبہائے بیتابی

نہاں ہے سو ہجوم بیقراری گوشہ گوشہ میں
کہ گویا دل ہے میرا لوحہ سیمائے بیتابی

لئے پھرتا ہے ہر سو دشت ہو یا کوہ صحرا ہو
الٰہی ٹوٹ کر رہ جائے اک دن پائے بیتابی

شب فرقت مری بیتابیاں دیکھے اگر آ کر
تو ساری عمر منہ اپنا نہ پھر دکھلائے بیتابی ۔

مدد اے وحشت دل اے جنون ہم راہ کا مونس
کہ میں پھر ان دنوں ہوں بادیہ پیمائے بیتابی

عدو کو بھی ہماری طرح سے بیچین کر جا کر
ستانے کو ہمیں کیا رہ گئی تو ہائے بیتابی

اگر کچھ غور سے دیکھے ہماری بے قراری کو
نہ پھر سیماب میں ہرگز رہے سودائے بیتابی

یہ کیا سوجھی تمہیں بیٹھے بٹھائے حضرت اخگر
ہوئے تم اس زمیں میں قافیہ پیمائے بیتابی

○

طبیعت اس قدر عادی ہوئی ہے آج کل غم کی
ہلال عید کو سمجھا کہ ہے رویت محرم کی

فدائی سینکڑوں مرتے ہیں مجھ سے رنج کس کس کا
ابھی طوفاں بپا ہوگا جو تم نے چشم پرنم کی

فراق زلف پیچاں میں کوئی مصرع اگر لکھوں
نظر آنے لگے لفظوں میں صورت صف ماتم کی

بگڑ لو تم منالوں میں کہ یہ دم ہے دم آخر
کوئی ارماں نہ رہ جائے کہ مہلت ہے کوئی دم کی

جو دیکھی آئینہ میں شکل اس سفاک نے اخگر
تو بولی روح اسکندر مری تقدیر پھر چمکی

○

دل کے ناسور میں ہے تیر نظر کی بتی
دم نکل جائے گا جراح جو سرکی بتی

ہے شب وصل مزہ جب ہے میری آہ رسا
بڑھ کے بنجا گلوئے مرغ سحر کی بتی

لخلخہ زلف معنبر کا سنگھائیں مجھ کو
کیوں سنگھاتے ہیں یہ احباب اگر کی بتی

بدحواسی کا برا ہو جو سنا مژدۂ وصل
چل دیا پاؤں سے میں باندھ کے سر کی بتی

اے کماندار ترے تیر نظر کے قرباں
بن گیا ہے میرے ناسور جگر کی بتی

عشق میں دیکھ کے جلتا ہوا پروانے کو
گل ہوئی توڑ کے دم شمع سحر کی بتی

ناتوانی سے مرا تار نظر اے اخگر
بن گیا ہے کسی معدوم کمر کی بتی

○

برق نگاہ یار عجب کام کر گئی
بجلی سی کوندتی ہوئی دل میں اتر گئی
اسرار حسن و عشق کھلے تھے نہ کھل سکے
ہر چند ڈھونڈتی ہوئی فہم بشر گئی
اللہ رے تجلّی حسنِ جہاں فروز
تھا چار سمت نور جہاں تک نظر گئی
پایا نہ کچھ بھی منزلِ مقصود کا پتہ
جب جستجو میں چشم حقیقت نگر گئی
اللہ رے سرد مہریٔ دلدار فتنہ جو
جتنی بھی کی دعائے سحر بے اثر گئی
معدوم کا نشان ملا پہلے گام پر
فکر رسا جو بہر تلاش کمر گئی
اف بے خودیٔ جلوۂ دیدار دلربا
حیرت کی بھی خبر نہیں یارب کدھر گئی

غفلت سے ہوشیار ہو اخگر خدا کو مان
کمبخت عمر تو دیکھ کتنی گذر گئی،

ردیفِ یائے مجہول

○

پہونچایا نبیؐ تک مجھے سودائے نبیؐ نے
سیراب کیا مجھ کو میری تشنہ لبی نے

جو شان کہ پائی ہے رسولِ عربیؐ نے
دیکھی نہ کبھی خواب میں بھی اور نبی نے

خاک درِ عالی پہ جو پہونچوں تو میں سمجھوں
معراج ہے پائی میری رفعت طلبی نے

اندھیر سا اندھیر تھا مخلوق میں برپا،
واللہ مٹایا اُسے انوارِ نبیؐ نے

جو لوگ کہ بھرتے تھے دم علم و فضیلت
حیراں کیا اُن کو تری امی لقبیؐ نے

ہاں حضرتِ عیسیٰ جو کیا کرتے تھے تم کام
کس طرح کیا اس کو غلامانِ نبیؐ نے

کس نے دیا سادات کو یہ رتبۂ عالی،
اے سرورِ عالم تیری عالی نسبیؐ نے

ہو آتے ہیں جب چاہتے ہیں پاس خدا کے
وہ راہ بتا دی ہے ہمیں عشقِ نبیؐ نے

اخگر کی خبر لیجئے اے شاہِ امم جلد
بے طرح ستایا ہے اسے نفسِ ابی نے

○

نہ تھے یہ روز و شب ہرگز نہ یہ شام و سحر پہلے
مگر لامع تھا نور حضرت خیر البشر پہلے

بجز ذاتِ خدا و نورِ احمد کچھ نہ تھا ہرگز
فلک تھا اور نہ سیارے نہ یہ شمس و قمر پہلے

ہوا منظور جب اظہار کرنا ذات کا اپنی،
کیا نورِ احد سے نورِ احمد جلوہ گر پہلے

ہوالاوّل، ہوالآخر میں ہے یہ نکتۂ پنہاں
کہ گویا لبعد نبی اظہار تھا سب سے مگر پہلے

تمنا ہے کہ محشر میں پلائیں جب مئے کوثر
کہوں میں ساقئ کوثر کوئی ساغر ادھر پہلے

قطعہ

ہوئی تکمیل دینِ حق مگر ذات محمدؐ سے
جہاں میں یوں تو گو آئے بہت پیغامبر پہلے

اگر خوبئ قسمت سے مدینہ تک پہونچ جائے
پکڑ کر روضہ کی جالی جھکا کر اپنا سر پہلے

یہ کرنا عرض اے احقؔر کہ جب ہو دن قیامت کا
مرے مولا مرے آقا مری لینا خبر پہلے

○

جن سے امیدِ وفا تھی وہ ستمگر نکلے
کیونکر ارماں تیرا اے دلِ مضطر نکلے
مرگیا نجد میں وہ، اور یہ تیشہ کھا کر
عشق میں کوہکن و قیس برابر نکلے

دلِ مرا عقدۂ تقدیر بنا ہے گویا
کس طرح پیچ وخم زلف معنبر نکلے

کیا جنوں تنگ کرے گا انہیں فرقت میں جو لوگ
پھرتے ہیں جامۂ ہستی ہی سے باہر نکلے
سچ ہے ہوتا ہی نہیں کوئی مصیبت کا شریک
خارِ صحرا بھی مرے واسطے نشتر نکلے

کچھ لحاظ اہل جہاں کا بھی تمہیں ہے کہ نہیں
ماتمِ غیر میں جو گھر سے کھلے سر نکلے

سرو شمشاد خجالت سے زمیں میں گڑ جائیں
سیرِ گلشن کو جو وہ رشکِ صنوبر نکلے،
زیب و زینت پہ جو اس بت کی طبیعت آئے
آئینہ داری کو مرقد سے سکندر نکلے

خانۂ اخترِ خستہ سے نہ نکلا کچھ بھی
ہاں مگر رنج وغم و یاس کے دفتر نکلے

○

پی کے مے گھر سے عدو کے وہ بگڑ کر نکلے | جتنے ارماں تھے میرے دل میں وہ شب بھر نکلے

دیکھ لو پیاری نگاہوں سے جو کرتے ہو حلال | اتنی حسرت تو ہماری تہہ خنجر نکلے

روئے بھی نعش کو کندھا بھی دیا قبر تک آئے | بار ارمان دل زار کے مر کر نکلے

ایک دم دشت نوردی سے نہیں ہے فرصت | دیکھئے کب مری تقدیر کا چکر نکلے

دل ہے آمادۂ شر خیر نہیں ہے اس کی | آپ کہہ دیجئے دشمن سے سنبھل کر نکلے

ہم تو جی جائیں جو موت آئے ترے کوچہ میں | نام عشاق میں ہو جائے کہ مر کر نکلے

ہمکناران کو تصوّر میں کیا چاہتا تھا | میری آغوش سے کیسے وہ تڑپ کر نکلے

وعظ میں چھیڑا ہے واعظ نے بیانِ کوثر | لطف تو آئے جو ذکر مئے احمر نکلے

یاد ہی ہم تھے کہ خم پیتے تھے میخانہ میں | یاد ہی ہم ہیں کہ چلّو میں بہک کر نکلے

زیست اس کی ہے مقیم درِ جاناں جو رہے | موت اس کی ہے جو اس کوچہ سے مر کر نکلے

ہم سر راہ کھڑے دیکھ رہے تھے ناگاہ
جھومتے جھامتے میخانہ سے اخگر نکلے

○

یہ مرے دل کی تمنا مرے داور نکلے
دم مرا پیش در شافع محشر نکلے

جس دہن سے صفت و نعت پیمبر نکلے
اس سے کیونکر نہ بھلا بوئے معطر نکلے

شب معراج عجب شان سے سرور نکلے
پیشوائی کو نبی سارے حاضر نکلے

جب علم لے کے شفاعت کا پیمبر نکلے
غل ہوا چار طرف شافع محشر نکلے

شب معراج ہوا اوج وہ شاہ دیں کو
قرب اللہ میں قوسین سے برتر نکلے

تیری درگاہ میں جو آکے ہوئے حاجتمند
در مقصود سے وہ جھولیاں بھر کر نکلے

ذکر حق دل میں ہو اور نعت پیمبر لب پر
ہند سے نکلے تو اس طرح سے اخگر نکلے

○

جو کہنے کو پہلے تھے وہ اب کہہ نہیں سکتے
ہم کہنا بھی چاہیں تو یہ لب کہہ نہیں سکتے

چپ رہنے کا ہم کوئی سبب کہہ نہیں سکتے
کچھ شرم ہے کچھ پاس ادب کہہ نہیں سکتے

اصرار عبث کرتے ہو تم خود ہی سمجھ لو
جو چاہتے ہیں اہل طلب کہہ نہیں سکتے

مرتے ہیں اٹھاتے ہیں ستم روز تمہارے
پوچھے جو سبب کوئی سبب کہہ نہیں سکتے

ایما تو یہ کہتے ہیں کہ کچھ دل میں ہے پنہاں
پر شرم یہ کہتی ہے کہ اب کہہ نہیں سکتے

وہ رعب دم وعدہ تھا چھایا ہوا اخگر
وہ دن جو کہیں ہم اسے شب کہہ نہیں سکتے

○

جو ہے شوق شہادت سوئے قاتل دیکھتا کیا ہے
لپٹ جا بڑھ کے خود خنجر سے بسمل دیکھتا کیا ہے

پشیماں ہو کے اتنا سوئے بسمل دیکھتا کیا ہے
لگا اک وار بڑھ کر اور قاتل دیکھتا کیا ہے

تجھے شوق شہادت حوصلہ واں تیغ رانی کا،
یہی تو امتحاں کا وقت ہے دل دیکھتا کیا ہے

دم آخر تمہیں کچھ پوچھ لو ارماں جو باقی ہیں،
نگاہ یاس سے کیا جانے بسمل دیکھتا کیا ہے

جو دیوانہ ہے تیرا ہے جو سودائی ہے ہے تیرا،
حقارت کی نظر سے سوئے بسمل دیکھتا کیا ہے

نقاب اٹھنے تو دے اس کے رخ زیبائے انور سے
خجل ہوگا بہت اے ماہ کامل دیکھتا کیا ہے

اگر ہے شوق دل سچا تو اڑ کر جا ہی پہونچے گا
غبار قیس حیراں سوئے محمل دیکھتا کیا ہے

نظر جوہر پہ ہوتی ہے طراز نکتہ دانی میں
سخن میں اور آخگر مرد قابل کیا دیکھتا کیا ہے

○

جو اس محشر ادا پر پھر طبیعت آنے والی ہے
دل بیتاب کہتا ہے قیامت آنے والی ہے

خیال زلف میں پھر شام فرقت آنے والی ہے
دل شوریدہ سر تازہ قیامت آنے والی ہے

الٰہی خیر پھر ہاتھوں اچھلتا ہے دل مضطر،
نظر میں کیا کوئی بے چین صورت آنے والی ہے

الجھتا ہے جو اس کافر کے گیسوئے مسلسل سے
دل بیتاب کیا کچھ تیری شامت آنے والی ہے

الٰہی کس کی ٹھوکر نے تہہ و بالا کیا عالم
کہ ہر اک کہہ رہا ہے کیا قیامت آنے والی ہے

مدد اے ضبط ہاں افسانہ کیجو راز الفت کا
کہ جوش درد میں لب تک شکایت آنے والی ہے

نہیں اب کمسنی نام خدا وہ سب سمجھتے ہیں
حیا آ گئی نگاہوں میں متانت آنے والی ہے

جہاں اب تک کیا ہے صبر کچھ دن اور بھی اے دل
نہ گھبرا وصل کی بھی کوئی ساعت آنے والی ہے

ذرا تھامے ہوئے اے دل عنان توسن وحشت
کہ دور قیس گزرا اپنی نوبت آنے والی ہے

سر خاک غریباں وہ ابھی آئے نہ تھے اخگر
صدا ہر قبر سے آئی قیامت آنے والی ہے

○

سمایا میری آنکھوں میں یہ کس کا نور رہتا ہے
کہ جس کے عکس سے دل رشک شمع طور رہتا ہے

خیال چشم میں مدّت سے یہ دستور رہتا ہے
کہ اپنے ہاتھ میں جامِ مئے انگور رہتا ہے

تصور میں جو وہ بے چین رشکِ حور رہتا ہے،
سکون و صبر اپنے دل سے کوسوں دور رہتا ہے

ترا جلوہ قیامت ہے یہاں چمکا وہاں چمکا
تماشا ہے نظر میں شکل برق طور رہتا ہے

مجالِ اندمال زخم دل کیونکر ہو عیسیٰ کو،
کشائش ہائے سوزش میں کہن انگور رہتا ہے

وہ سوزش ہے کہ پھاہا جب لگایا آگ لے اٹھا
ہمارے زخم پر کب مرہمِ کافور رہتا ہے

لگائی آگ الفت نے کچھ ایسی قلب میں اخگرؔ
کہ سوزاں رات دن ہم صورت تنور رہتا ہے

○

جو پہلے رونے سے اچھا ہے دل بہل جائے
غبار خاطر اندوہ گیں نکل جائے

سنا ہے آج دگرگوں ہے حالت بیمار
تمہارے آنے سے بہتر ہو گر سنبھل جائے

ہماری طرح سے محفل میں وہ بت عیار
بڑا مزہ ہو جو دشمن سے بھی بدل جائے

چلا تو آؤں مگر ڈر رہا ہوں میں دل سے
کہ تیرے کوچہ میں آکر نہ یہ مچل جائے

رہے یہ زہد و ورع شیخ ایک سمت دھرا
جو تیری گود میں آکر وہ بت مچل جائے

سنبھل سنبھل کے قدم رکھیے راہ عشق میں خضر
کہیں نہ پاؤں تمہارا یہاں پھسل جائے

تڑپ تڑپ کے یوں ہی جان جائے گی اک دن
یہ غم نہ آج گیا دل سے اور نہ کل جائے

الٰہی روز کی یہ کاوشیں نہیں اٹھتیں
بہت ہی خوب ہو گر تن سے دم نکل جائے

گیا ہے نامہ کو صد چاک کر کے ان کے پاس
خدا کرے کہ یہ قاصد کی چال چل جائے

ہمیں رکھا نہ کہیں کا بھی ہائے ظالم نے
الٰہی آگ لگے ایسے دل کو جل جائے

وہ سوز ہے میرے نالے میں حضرت اخگر
کے کوچہ سے نکلے تو صاف جل جائے

خیال زلف پیچاں پانوئں کی زنجیر اچھی ہے جنوں میں روک لینے کے لئے تدبیر اچھی ہے
یہ گردن ہے یہ سر ہے اور یہ مقتل ہے یہ ہم ہیں یہ کیوں کہہ کہہ کے رہ جاتے ہو تم شمشیر اچھی ہے
یہ مانا کھینچ لی تصویر مانی پر مزہ جب ہے کہ خود تصویر کہہ اٹھے مری تصویر اچھی ہے
شب دوشنبہ ان کو غیر سے دلشاد ہے دیکھا دل مضطر نہ گھبرا خواب کی تعبیر اچھی ہے
نہ کیونکر جان دیدوں رشک سے میں او بت کافر تری تقدیر سے بھی غیر کی تقدیر اچھی ہے
کچھ اس پہلو سے کرنا جا کے باتیں ان کی محفل میں کہ وہ خود کہہ اٹھیں اے نامہ بر تقریر اچھی ہے
بنا خود صورت تصویر معانی فرط حیرت سے نہ کہنے منہ سے پایا تھا ابھی تصویر اچھی ہے

نہیں کچھ چارہ غیر جذب دل بیمار الفت کا
اسی نسخہ میں اخگر سنتے ہیں تاثیر اچھی ہے

شب فرقت جو کوئے یار سے ہم پر الم نکلے تو ہمدم کیا کہیں کس طرح سے باچشم نم نکلے
نکلنے کو تیرے کوچہ سے لاکھوں پر الم نکلے نہ نکلا اس طرح کوئی کہ جس صورت سے ہم نکلے
نہ کیونکر مر مٹے انسان ایسے شوخ کافر پر کہ جس کی ہر اداؤ ناز پر عاشق کا دم نکلے
بس اب اے حضرت دل ہو چکیں پوری تمنائیں کہ جن کو باوفا سمجھے تھے وہ اہل ستم نکلے
بہت سمجھے تھے تم اے حضرت دل راہ سیدھی ہے مگر دیکھا کہ کوئے زلف میں کیا پیچ و خم نکلے
بتوں کی یاد نے آخر یہ ہم کو رنگ دکھلایا چلے کعبہ کی جانب اور سوئے بیت الصنم نکلے

گماں اخگر ہوا عالم کو جوش ابر نیساں کا
شب فرقت جو اشک دیدۂ تر دم بدم نکلے

○

نہ جانا حال کچھ میرا نہ میرا مدّعا سمجھے
اگر سمجھے تو اپنا سا ہی مطلب آشنا سمجھے

نفس کی آمد و شد کی کشاکش سے بچا چھوٹا
تری تلوار کے ڈورے کو ہم مشکل کشا سمجھے

کیا شانہ جو مشاطہ نے اس گیسوئے پُرخم سے
تو ہم دیوانے اس کو خندۂ دنداں نما سمجھے

جما تھا یہ تصور باغ میں اور رشکِ گل تیرا
نمود لالہ و گل کو تیرا نشو و نما سمجھے

نہ دیکھو دیکھنے والے کے آگے آئینہ دیکھو
مبادا آپ سا دنیا میں کوئی دوسرا سمجھے

پھنسایا آپ اپنی جان کو آفت میں اے ہمدم
یہ کیا ہم نے کیا نا آشنا کو آشنا سمجھے

گزر جائے گی اپنی بھی یہ دنیا چند روزہ ہے
سمجھ لے ہم کو احسنؔ گر کوئی اچھا یا برا سمجھے

○

کمبخت جو اے دل پھر کسی کی یاد کیسی ہے
یہ ہر دم شورشِ گریہ دم فریاد کیسی ہے

غضب ہے رو کے کہنا اس کا بالیں پر دم آخر
کہ اے رنجور تیری حالت ناشاد کیسی ہے

ہماری عمر آخر ہوگئی کنج قفس ہی میں
ہمیں معلوم کیا شکل گل و شمشاد کیسی ہے

لب مرقد سے اتنا خفتگان خاک فرماؤ
کہ بستی اس عدم آباد کی آباد کیسی ہے

ہوئے جب سے اسیر حلقۂ زلف دوتا احسنؔ
طبیعت قید دنیا سے ہوئی آزاد کیسی ہے

○

کر گئی جب سے ہے بسمل نگۂ یار مجھے
نظر آتے ہی نہیں زیست کے آثار مجھے

میں تو جاتا نہیں پر کھینچ کے لے جاتی ہے
خواہش دل مری اس کوچہ میں ہر بار مجھے

اور وہ دینے لگے طرۂ طرار کو تاب
دیکھ کر دامِ محبت میں گرفتار مجھے

جلوہ فرما جو نہیں وہ بت کافر گھر میں
یاس سے تکتے ہیں کیا کیا در و دیوار مجھے

رہ گیا ہجر میں عریانیٔ تن کا پردہ
بن گیا آج ترا سایۂ دیوار مجھے

میں وہ میخوار ہوں اخگر کہ دمِ بادہ کشی
رہنِ مے رکھنے کو دی شیخ نے دستار مجھے

○

بہت بیتاب ہوں دردِ نہاں سے
الٰہی آ گیا ہوں تنگ جاں سے

ملی فرصت اگر اک دم فغاں سے
تو اتریں سو بلائیں آسماں سے

گزرتی ہے شبِ فرقت جو دل پر
وہ باہر ہے مرے حدِ بیاں سے

نہ دو بے وجہ مجھ کو گالیاں تم
نکل جائے نہ کچھ میری زباں سے

برا ہو عاشقی کا ہائے اخگر
ہمیں تو کھو دیا دونوں جہاں سے

○

سن کے آہ عاشق دل گیر اٹھتے بیٹھتے
مضطرب ہے پانوں کی زنجیر اٹھتے بیٹھتے

مانع وحشت ہوا کب خانۂ زنداں مجھے
ٹکڑے ٹکڑے ہو گئی زنجیر اٹھتے بیٹھتے

آپ ہی معلوم ہو جائے گا حال ضبطِ غم
دیکھ لینا آہ کی تاثیر اٹھتے بیٹھتے

مجھ سے صید تیر خوردہ کا تڑپنا دیکھ کر
پھر رہی ہے نعرۂ تکبیر اٹھتے بیٹھتے

زلزلہ میں ہے زمیں، چکر میں ہیں سات آسماں
ہے رنگ نالۂ شبگیر اٹھتے بیٹھتے

شوخ یوں زیبندہ کب ہے، اپنے عاشق کے لئے
کھینچنا ہر بات میں شمشیر اٹھتے بیٹھتے

میری وحشت اب اثر الفت کا دکھلانے لگی
خارِ صحرا ہیں گریباں گیر اٹھتے بیٹھتے

ٹھوکریں ہر ہر قدم پر جھڑکیاں ہر بات میں
وہ یہ کرتے ہیں مری توقیر اٹھتے بیٹھتے

ہے یہی سوزش تو اے خضر پھونک دیگی ایک دن
مجھ کو میری آہ آتش گیر اٹھتے بیٹھتے

○

وہی ہم وہ ہی میخانہ جو پہلے تھا سو اب بھی ہے
وہی مے وہ ہی پیمانہ جو پہلے تھا سو اب بھی ہے

مرا احوال رندانہ جو پہلے تھا سو اب بھی ہے
وہی ساقی ہے یارانہ جو پہلے تھا سو اب بھی ہے

وہی فرقت کی راتیں ہیں وہی غمگین باتیں ہیں
وہی اس دل کا افسانہ جو پہلے تھا سو اب بھی ہے

وہی کہسار گردی ہے وہی ہے دشت پیمائی
وہی ہم وہ ہی ویرانہ جو پہلے تھا سو اب بھی ہے

ہزاروں صورتیں ہیں نقش دل پر ماہرویوں کی
مرا یہ دل پری خانہ جو پہلے تھا سو اب بھی ہے

ازل سے مہر الفت کا ہے مطلع یہ مرا سینہ
منور دل کا کاشانہ جو پہلے تھا سو اب بھی ہے

کیا بے ہوش عالم کو نگاہ مست نے تیری
مگر انداز مستانہ جو پہلے تھا سو اب بھی ہے

بتوں کے در پہ سجدے رات دن کرتا ہوں اے اخگر
مرا سر وقف میخانہ جو پہلے تھا سو اب بھی ہے

○

کبھی بھولے سے جو وہ آ گئے تو نیا تماشا دکھا گئے
میں جو رو رہا تھا ہنسا گئے ہیں ہنس رہا تھا رلا گئے

برا وقت تھا کہ جو آیا دل بری تھی گھڑی جو لگا یا دل
ترے گیسوؤں میں پھنسا یا دل تو بلا کے پیچ میں آ گئے

وہ جو آ گئے مرے گھر کہیں تو دکھا کے چہرۂ آتشیں
دل و جان میں مرے ہمنشیں نئے سر سے آگ لگا گئے

مجھے یاد ہے شب وہ ابتلک وہ کسی کا آنا جھجک جھجک
کوئی بات کہدی جو یک بیک تو پسینے میں وہ نہا گئے

تو نہ پوچھ اخگر مبتلا جو ادھر سے ان کا گزر ہوا
تو دکھا کے شوخیٔ نقش پا مجھے خاک میں وہ ملا گئے

جو ادھر سے ان کا گزر ہوا ہوگا

○

بزمِ شبینہ آنکھوں میں ہے اور خمار ہے — ساقی شراب دے کہ نشہ کا اُتار ہے

پر لطف بزمِ ناز ہے پہلو میں یار ہے — دورِ شراب لذتِ بوس و کنار ہے،

تیرے مریضِ غم کا بہت حال زار ہے — آنکھوں میں دم ہے اور ترا انتظار ہے،

بے جا ہے ناز تجھ کو رُخِ گل پہ عندلیب — یہ حسنِ گل دو روزہ ہے دو دن بہار ہے،

ہنس بول کر جو وقت کٹے کاٹے آدمی — اس پنج روزہ عمر کا کیا اعتبار ہے

گل رُخ جو تم سا ساتھ نہ ہو سیرِ باغ میں — ہر گل نگاہِ عاشقِ مضطر میں خار ہے،

ہم لاکھ چاہتے ہیں ترے کوچہ میں نہ جائیں — کیا کیجیے، کہ دل پہ نہیں اختیار ہے،

وحشت میں کیا بتاؤں جنوں تیرے ہاتھ سے — ہے پارہ پارہ جیب قبا تار تار ہے،

میں وہ نہال خشک ہوں اس باغِ دہر میں — جس میں نہ گل نہ شاخ نہ کچھ برگ و بار ہے،

آئینہ ضمیر میں کیجیے تو کچھ خیال، — بے وجہ خاکسار سے دل میں غبار ہے،

سچ ہے فروتنی ہی خدا کو بھی ہے پسند — وہ ہی بلند رتبہ ہے جو خاکسار ہے

اخگر یہ کیا ہی خوب لکھی آپ نے غزل
ہر ایک حرف جس کا دُرِ شاہوار ہے

○

سوزِ جگر سے اب یہ نشانِ مزار ہے — ہر داغ دل چراغ سرِ رہ گذار ہے

پروانہ جل گیا تو یہ پروانہ وار ہے — یارب یہ شمع کس کے لئے اشکبار ہے

ہے اشک بار رنگ تو دل داغدار ہے — اپنے چمن کی سب سے نرالی بہار ہے

اٹھی نقاب رُخ سے اگر وصل میں تو کیا — ظالم تری حیا تو ابھی پردہ دار ہے

جو رنگ حسن ہے وہ فدائے فروغِ حسن — شان ادا پہ شان تصدق نثار ہے

ناکام آپ اپنی زیارت کی جا ہوا — حسرت ہے دل کی اور طوافِ مزار ہے

کیوں بہہ نہ جائے ہو کے لہو بادبار میں — آخر تو دل بھی سینہ میں کچھ بہر کار ہے

جوشِ جنوں میں ہاتھ کھُلا بھی تو یہ کھلا، — ہستی کی جو قبا ہے وہ سب تار تار ہے،

یہ زندگی کی قدر ہے ہر ذی حیات کی — اک اک نفس نثارِ رہِ انتظار ہے،

ہے ذرہ ذرہ رشک وہ مہر بلبے اوج — کیا کیا بلندیوں پہ ہمارا غبار ہے

اخگر چمک کے گلشنِ ہستی میں کیا کریں
اپنی حیات ایک نفس کی بہار ہے

○

کام دل نکلا نہ جب کچھ اپنی ہی تقدیر سے
چارہ گر کیا فائدہ بے فائدہ تدبیر سے

خاک کر دوں چرخ کو کون و مکاں کو پھونک دوں
میں ابھی آہ شرر انگیز کی تاثیر سے

ہو گئے ہیں جو رہ عشق و محبت میں فنا،
ان کی مشت خاک بھی کچھ کم نہیں اکسیر سے،

صاف کہدے نامہ بر کیا کیا دئے اس نے جواب
ناامیدی سی برستی ہے تری تقریر سے

ایسا کچھ نقشہ جما ہے تیری صورت کا صنم
بات کرتے ہیں تصور میں تیری تصویر سے

دل مرا حاضر ہے مشقِ ناز اس پر کیجیے
تیغ ابرو سے مری جاں یا نگہ کے تیر سے

میں ابھی چاہوں تو ہلچل ڈال دوں افلاک میں
آپ ناواقف ہیں میری آہ کی تاثیر سے

اور ہیں وہ جن کو لطف سیر گلشن ہے نصیب
ہم ہیں اور زندان غم اور شغل ہے زنجیر سے

اس کتابی رُخ کا جب سے عشق اخگر کو ہوا
شوق دل کو سورۂ یوسف کی ہے تفسیر سے

○

آفتاب فلک حسن ہے چہرہ کیا ہے
دست قدرت کی نگارش ہے یہ نقشہ کیا ہے

ظلم کرتا ہے وہ اور اس پر تکلف یہ ہے
نالہ کرتا ہوں تو کہتا ہے کہ صدمہ کیا ہے

یہ ہمیں ہیں کہ نہیں جان بھی دینے سے دریغ
غیر کمبخت کا دل کیا ہے کلیجہ کیا ہے

سامنے اٹھی کہیں جاؤ کہ ہے وقت اخیر
عاشق زار ہے اس حال میں پردہ کیا ہے

جان اپنی جو فدا کرتے ہو ان پر اخگر
دل میں اتنا تو سمجھ لو کہ نتیجہ کیا ہے،

○

اس کی جانب نظر لطف مسیحا کیا ہے
تیرے بیمار غم ہجر میں رکھا کیا ہے

کھینچتے اپنے کو اتنا ہو ابھی کھنچ آؤ،
جذبۂ دل کو مرے آپ نے سمجھا کیا ہے

میری خاموشی نے اتنا تو انہیں کھولدیا
خود وہ کہتے ہیں کہ ہم سے تجھے کہنا کیا ہے

ہوگئے ایک ہی جلوہ کے بس اے حضرت دل
ہوش میں آؤ ابھی آپ نے دیکھا کیا ہے

گر اتراہ میں ہے کھینچ ہی لائے گی تمہیں،
تم ملو غیر سے اس کی مجھے پروا کیا ہے

گریہی وحشت دل کی ہے ترقی ہر دم
دشت پرخار ہے کیا دامن صحرا کیا ہے

جان کیوں مفت میں کھوتے ہو تم اپنی اخگر
اس کی زلفوں سے الجھتے ہو یہ سودا کیا ہے

○

مجھے ڈر ہے میری نظر جانے والے
نہ کر جائے تجھ پر اثر جانے والے

بشکلِ حباب اک ذرا سی خوشی میں
کوئی اور ہوں گے ادھر جانے والے

اسی ناز سے پھر اُدھر دیکھ لینا
ستم کیش جادو نظر جانے والے

نہ ملکِ عدم کی خبر ایک نے دی
گئے اس طرف جس قدر جانے والے

رہِ عشق میں ہم ہی ثابت قدم ہیں
بہت یوں تو ہیں تم پہ مر جانے والے

دمِ نزع ہے تیرے بیمارِ غم کا،
مسیحائی کر بے خبر جانے والے

قیامت کی رفتار محشر کی چالیں
نکالیں ہیں او فتنہ گر جانے والے

کبھی تو اُنہیں کھینچ لائیں گے اخگر
یہ نالے نہیں بے اثر جانے والے

○

اے ابر فیض تجھ سے زمانہ نہال ہے — میرا دل ستم زدہ کیوں پائمال ہے

واں نازکی سے تیغ اٹھانی محال ہے — یاں لاغری سے دوش کبھی سر بھی وبال ہے

اک جام دے کے دیکھ لو رندو جو حال ہے — زاہد کے اتقا میں عبث قیل قال ہے

عالم تباہ کرتے ہو رفتار ناز سے — چلتے ہو چال وہ کہ جہاں پائمال ہے

دو دن کے رنج و غم نے ہمیں کر دیا ہلاک — حالت یہی رہے گی تو جینا محال ہے

ہر دل میں آؤ شوق سے ہر چشم میں رہو — تم سے ملائے آنکھ یہ کس کی مجال ہے

دل دے کے کس بلا میں خدا جانے پھنس گیا — ہر لحظہ غم سوار ہے ہر دم ملال ہے

اک بار جس نے مجھ کو دو عالم سے کھو دیا — خود رفتگی بتا تو وہ کس کا خیال ہے

دنیا کی زینتوں پہ کوئی دل لگائے کیا — یہ عالم مثال تو بہر مثال ہے

ہم جان دے کے ہجر کا صدمہ مٹائیں گے — حاصل نہیں جو وصل تو ممکن وصال ہے

اے ماہ تیرے حسن کا جلوہ ہے دائمی، — جس کو نہیں زوال وہ تیرا کمال ہے

احسن اگر کچھ ان کی زلف مسلسل کے پیچ میں

ایسا پھنسا ہے دل کہ نکلنا محال ہے،

○

گیا دل سے غبار ان کے صفائی ہوتی جاتی ہے
برائی اپنی قسمت کی بھلائی ہوتی جاتی ہے

کوئی ایماں سلامت لے کے جائے گا کہاں یارب
بتوں کی سارے عالم میں خدائی ہوتی جاتی ہے

بظاہر مجھ سے وہ کرتے ہیں ساری صلح کی باتیں
مگر آنکھوں ہی آنکھوں میں لڑائی ہوتی جاتی ہے

دکھاتی ہے اثر آہ رسا بھی اب تو کچھ اپنا
درِ دلدار تک میری رسائی ہوتی جاتی ہے

دمِ نظارہ بھی وہ قتل کے سامان کرتے ہیں
نگاہِ ناز سے تیغ آزمائی ہوتی جاتی ہے

کرشموں میں اشارے ہیں ہماری جانستانی کے
اداؤں سے ادائے دل رُبائی ہوتی جاتی ہے

اسیرِ حلقۂ گیسو ہوئے جس روز سے اخگر
جہاں کے رنج اور غم سے رہائی ہوتی جاتی ہے

○

یارب مرے نالے میں یہ بے اثری کیوں ہے

اس شوخ ستمگر کو یہ بے خبری کیوں ہے

سودائے محبت میں آشفتہ سری کیوں ہے

یہ جامہ دری کیوں ہے یہ بخیہ گری کیوں ہے

دشمن کا نہ کچھ غم ہے عاشق کا نہ ہے ماتم

پھر سینہ زنی کیوں ہے پھر نوحہ گری کیوں ہے

وحشت میں کیا ہم نے خود چاک گریباں کو

اے بخیہ گر ناداں یہ بخیہ گری کیوں ہے

لاشہ کو وہ عاشق کے یوں دیکھ کے کہتے ہیں

یہ کس کا جنازہ ہے یہ نوحہ گری کیوں ہے

دیکھو تو نہیں اس کو پروانہ سے گر الفت

دم توڑ رہی آخر شمع سحری کیوں ہے

گر زہر نہیں کھایا اعنگر نے خدائی میں،

رنگت تو سنہری تھی پھر لاش ہری کیوں ہے

○

چشم ِ گوں پر دل خانہ خراب آنے کو ہے
جاں کو لطف گردش جام شراب آنے کو ہے

جاتے ہو پہلو سے اٹھ کر ہے مگر یہ بھی خیال
جان عاشق پر نئے سر سے عذاب آنے کو ہے

ڈھلکے آتا ہے عرق ماتھے پہ ابرو کی طرف
چشمۂ خورشید سے خنجر پہ آب آنے کو ہے

جان کو دم دے کے رکھا انتظار یار میں
نامہ بر رستے میں ہے خط کا جواب آنے کو ہے

اے حسینانِ چمن مژدہ کہ آتی ہے بہار
باغ کی جانب وہ گل مست شراب آنے کو ہے

تم بھی چہرے سے نقاب زلف کو کر دو جدا
پردۂ شب سے نکل کر آفتاب آنے کو ہے

پھر جگایا چاہتا ہے فتنۂ خوابیدہ کو
چشم جاناں پر دل خانہ خراب آنے کو ہے

اونچی ہو جائے گی کرسی اس مکاں کی عرش سے
خانۂ دل میں کوئی عالی جناب آنے کو ہے

آج احسنؔ گر جانب مقتل وہ قاتل آئے گا
خونِ ناحق بن کے ایذا ہم رکاب آنے کو ہے

○

فلک چکر میں آئے دل سے دودِ آہ گر نکلے
ہلائے عرش کو نالہ جو کوئی پر اثر نکلے

سنایا ان کو استہزا سمجھ کر حالِ دل اپنا
مرے حق میں ترے سب مدعی پیغامبر نکلے

الٰہی وہ بھی دن آئے کہ ہو مقتل کی آرائش
ہمارے قتل کو وہ تیغ براں کھینچ کر نکلے

الٰہی شرم رکھ لے ان کے آنے میرے مرنے کی
ادھر بالیں پہ وہ آئیں بدن سے دم اُدھر نکلے

ابھی طوفاں بپا ہو جائے گا اخگر زمانے میں
ہماری چشم سے دو اشک بھی بہہ کر اگر نکلے

○

دکھائیں زور گر آہِ رسا کے
قلابے توڑ دیں ارض و سما کے

تصور نے بت کافر ادا کے
دئے پردے اٹھا شرم و حیا کے

گذر کس طرح ہو وہاں نامہ بر کا
جلیں پر جس جگہ مرغ صبا کے

خدا سمجھے بتانِ سنگ دل سے
جفائیں کرتے ہیں بدلے وفا کے

غضب تاثیر جادو ہے نظر میں
لئے لیتے ہیں دل آنکھیں ملا کے

ہمارے سامنے او شوخ عیّار
اشارے غیر سے آنکھیں چرا کے

خجل کرتے ہیں خط کہکشاں کو
رُخِ روشن پہ وہ افشاں جما کے

جھکی گردن ہزاروں عاشقوں کی
اٹھائی تیغ جب تیور چڑھا کے

سحاب شب سے ٹپکے دُرِ انجم
نچوڑے بال جب اس نے نہا کے

ادا سے وہ کسی کا ہائے اخگر
غضب منہ پھیر لینا مسکرا کے

○

وہ سرگرم ناز و ادا ہو رہا ہے — غضب ہے کہ محشر بپا ہو رہا ہے

خفا ہو کے جب سے گیا وہ ستمگر — مرا دم بھی مجھ سے خفا ہو رہا ہے

شب ہجر تنہائی کی کیا شکایت — ترا تیر دل آشنا ہو رہا ہے

عیادت کو آیا ہے رشک مسیحا — مرض میرا میری دوا ہو رہا ہے

شکایت جو کی ہیں نے محشر میں بولے — یہ حق عاشقی کا ادا ہو رہا ہے

کسی شوخ کافر کی قاتل ادا پر — تصدق دل مبتلا ہو رہا ہے

لگاتے ہیں ناوک وہ کس ادا سے — جگر میرا مشق جفا ہو رہا ہے

سر بزم تم گالیاں دے رہے ہو — یہ کیا کہہ رہے ہو یہ کیا ہو رہا ہے

وہ ہمراہ اغیار بیٹھے ہیں اخگر
مرے دل پہ محشر بپا ہو رہا ہے

○

نیا جوبن ہے بالی عمر ہے آنکھوں میں مستی ہے — غضب شوخی تری صورت پہ او کافر برستی ہے

اگر دیکھو تو قابل غور کے عالم کی ہستی ہے — کبھی پستی کو رفعت ہے کبھی رفعت کو پستی ہے

گیا جو اس طرف آیا نہ پھر اس دہر فانی میں — عجب دل کش عدم آباد کی اللہ بستی ہے

جب اس کے وصل کا نقشہ کوئی دل میں جماتا ہوں — مری تدبیر پر کیا کیا مری تقدیر ہنستی ہے

مرید حضرت پیر مغاں جب سے ہوئے اخگر
صراحی ہاتھ میں ہے اور شغل مے پرستی ہے

○

تجھے غیر سے میل زیبا نہیں ہے
بہت ربط ضبط اس سے اچھا نہیں ہے

کہا میں نے جب غیر کے گھر نہ جاؤ
تو بولے اجارہ تمہارا نہیں ہے

خدا کے لئے اب تو پہلو میں آؤ
جدائی تمہاری گوارا نہیں ہے

کبھی اب سے پہلے تھا یہ دل ہمارا
تمہارا ہوا اب ہمارا نہیں ہے

لبوں پر ہے دم تیرے بیمار غم کا
تغافل یہ لازم مسیحا نہیں ہے

ترے ہجر میں غم اٹھائے ہیں ایسے
کہ اب زندگی کا سہارا نہیں ہے

لگاؤ نہ اخگر کسی بت سے تم دل
زمانہ ہی یہ دلگی کا نہیں ہے

○

لب پہ نالہ نہ سہی ہجر میں فریاد رہے
کچھ نہ کچھ شغل تو ہاں اے دل ناشاد رہے

ایک ہم ہیں کہ کھلی آنکھ تو سو صدمو ئیں
ایک وہ ہیں کہ غم و رنج سے آزاد رہے

اپنے اغیار کی ٹھوکر سے بنے گرد و غبار
ہم تو مر کر بھی ترے کوچہ میں برباد رہے

وعدہ وصل کیا بھی تو کیا محشر پر
اور اس پر بھی یہ کہتے ہیں اگر یاد رہے

عشق میں کوہ لبسایا کبھی جنگل ہم نے
بن کے اخگر کبھی مجنوں کبھی فرہاد رہے

عشق گیسو میں بری طرح بسر ہوتی ہے
آئے دن تازہ قیامت مرے سر ہوتی ہے

اک بلا سر سے ٹلی دوسری سر ہوتی ہے
شب فرقت جو کٹی غم کی سحر ہوتی ہے

سختیاں جھیل کے پاتا ہے کچھ آخر انساں
بوند پانی کی پس کرب گہر ہوتی ہے

نوحۂ دل ہے کبھی مرثیۂ جاں ہے کبھی،
روز اک تازہ قیامت مرے گھر ہوتی ہے

چشم انجم بھی جھپک جاتی ہے دنداں سے ترے
ان کے ہم پلہ کہاں سلک گہر ہوتی ہے

گم ہوا جاتا ہوں بستر کی شکن میں شب ہجر
مجھ کو بھولے سے اگر یاد کمر ہوتی ہے

غیر پھر غیر ہے کیا ہم سے ہے اس کو نسبت
سیپ قیمت میں کہاں مثل گہر ہوتی ہے

صاحب ظرف تحمل ہی کیا کرتے ہیں،
شاخ جھکتی ہے جو پُر بار ثمر ہوتی ہے

مر گیا ہجر میں کہتے ہیں سر شام اخگر
جیسے دم توڑ کے گل شمع سحر ہوتی ہے

○

ابھی اڑنے نہ پایا تھا کماں کے تیر پہلو سے
تڑپ کر خود نکل آیا دلِ نخچیر پہلو سے

تصور تو گیا ہے اور نہ جائے گا کبھی اپنا
یہ مانا دور بھی کر دی تری تصویر پہلو سے

دلِ مضطر ہی وحشت میں نہیں بیگانہ خود اپنا
کہ ہے آرام بھی رم کردہ سو سو تیر پہلو سے

الٰہی کیا قیامت ہے ہجومِ غم نہیں ٹلتا
کسی عنواں کسی صورت کسی تدبیر پہلو سے

خیالِ مصحفِ رخسارِ جاناں جب سے ہے دل میں
لگائے پھرتے ہیں قرآن کی تفسیر پہلو سے

اگر پہلو میں تیغِ ابروئے قاتل سے بچ نکلا
تو مژگاں کے پڑیں گے دل پہ لاکھوں تیر پہلو سے

زمیں پامال ہے اور قافیہ پامال تر اخگر
نہیں نکلا کوئی مضموں کسی تدبیر پہلو سے

○

داغِ غم دل تو تھے گن گن کے لئے
ہم تجھے روتے تھے اس دن کے لئے

میری جانب کر کے ایما یوں کہا
چھوڑ دیں کیا غیر کو ان کے لئے

خانۂ دل میں ملا ان کا پتہ
دیر و کعبہ میں پھرے جن کے لئے

گل نہیں رہتا سدا حسنِ بہار
ناز کیوں کرتا ہے دو دن کے لئے

پیجئے اخگر جوانی میں شراب
بادہ نوشی ہے اسی سن کے لئے

آئی اس کے قد بالا کی جو کچھ یاد مجھے
لے اڑی چرخ کی جانب مری فریاد مجھے

بال و پر نوچ کے وہ بانیٔ بیداد مجھے
اس نئے ڈھنگ سے کرنے کو ہے آزاد مجھے

مکتبِ عشق میں جب میں نے پڑھی بسم اللہ
الف آہ سکھانے لگا استاد مجھے

پرسشِ شکوۂ دل اور کرے گا پھر کون
نہ ملی حشر میں بھی دل کی اگر داد مجھے

رگ زنی کیلئے کافی ہے خیالِ مژگاں
ہوں تو مجنوں پہ نہیں حاجتِ فصاد مجھے

اے حریفانِ چمن حیف کہ فصلِ گل میں
لے چلا باغ سے پر باندھ کے صیاد مجھے

جستجوئے کمرِ یار رہے پھر مدِ نظر
پھر ہے مقصود تلاشِ عدم آباد مجھے

دل کے آئینہ میں تصور خیالی اس کی
دیکھ کر دنگ ہوئے مانی و بہزاد مجھے

ہائے کہنا وہ کسی کا کہ خدارا خاموش
دیکھ بدنام نہ کردے تری فریاد مجھے

سلسلہ ہے قد و گیسوئے بتاں سے اخگر
اس لئے کہہ نہیں سکتا کوئی آزاد مجھے

○

پڑے ہیں ناتوان و زار ہو کر ہم جو تیھر سے ،
نہ اٹھے ہیں نہ اٹھیں گے ترے در سے

حرم کا سنگِ اسود ہو کہ چوکھٹ ہو کلیسا کی
مقدر ہے ہمارا سر پٹکنا ایک پتھر سے

ہمیں تڑپا رہی ہے بوئے زلفِ یار مرقد میں
عبث ڈھانکا ہماری قبر کو پھولوں کی چادر سے

نہ کند ایسی چھری تیری نہ ایسا سخت جاں ہیں ہوں
رگڑتا کس لئے جھنجلا کے ہے جلاد پتھر سے

مزے کیا کیا عیاں پنہاں ہیں کوئے عشق بازی میں
مرا جانا کسی کا دیکھنا وہ روزن در سے

بتائیں کیا کہ مقتل میں گلوئے خشک بسمل پر
چھری پھر پھر گئی قاتل تری اللہ اکبر سے

مبارکباد اے مرگ محبت وہ بھی کہتے ہیں
سُنا ہے مر گیا ہم کو بھی کچھ الفت تھی آخگر سے

○

کشید خط خنجر کب یہ خنجر کی نشانی ہے
نشانی صاف ہے اللہ اکبر کی نشانی ہے

چمن میں کب بنفشہ گلشن تر کی نشانی ہے
کسی سودائے زلف معنبر کی نشانی ہے

نہ پھینک اے رندیوں جام سفالیں بعد مے نوشی
کہ یہ اک رند واژوں بخت کے سر کی نشانی ہے

عدم آباد تک مرقد سے اس کی روشنی ہو گی
کہ داغ دل کسی خورشید پیکر کی نشانی ہے

ادائیں شوخیاں اور پھر شرارت برق کی صورت
یہ سب کچھ تجھ میں میرے قلب مضطر کی نشانی ہے

لڑا کر آنکھ آئینہ میں وہ یوں عکس سے بولے
ابھی ٹکڑے اڑادوں پر سکندر کی نشانی ہے

جو داغ خون خط پر دیکھ وہ نامہ بر پوچھیں ،
تو کہہ دینا کسی کے دیدۂ تر کی نشانی ہے

یقیں ہے عاشقوں کے سر نہ تو سفاک چھوڑیگا
خم خنجر ترا اللہ اکبر کی نشانی ہے

روانی کیوں نہ ہو اشعار تر میں تیرے اے آخگر.
زبان صاف تیری آب کوثر کی نشانی ہے

○

ازل میں کاتب غم نے حساب کر کے مجھے
دل طپیدہ دیا انتخاب کر کے مجھے

نظر میں برق صفت آ کے کر گئے مضطر
حجاب خوب کیا بے حجاب کر کے مجھے،

یہ کہہ رہی ہے شب ہجر تیرہ بختی غم
کسی نے بھیجا ہے تجھ پر عذاب کر کے مجھے

خدا نے روز ازل میرے دل کی خاطر سے
حسین تم سا دیا انتخاب کر کے مجھے

نگاہِ گرم دکھا کر ادا سے منہ پھیرا،
کہیں کا ہائے نہ رکھا عتاب کر کے مجھے

وفورِ ضعف کے قرباں کہ بحرِ الفت میں
سبک روی نے بہایا حباب کر کے مجھے

کسی کے شکوۂ بیجا نے وصل میں اخگر
جواب خوب دیئے لاجواب کر کے مجھے،

○

الٰہی آج رنگ درد پھر پہلو بدلتا ہے
جگر کی ٹیس کہتی ہے کلیجہ کوئی ملتا ہے

اسے تاثیر کہتے ہیں اسے تاثیر کہتے ہیں
مرا دل بھی تمہارے ناز کی صورت مچلتا ہے

الٰہی شکر ہے تیرا ٹھکانہ لگ گئی محنت،
کہ میرے مرگ پر وہ بھی کفِ افسوس ملتا ہے

وہ مضطر ہوں وہ مضطر ہوں کہ پہروں تک شبِ فرقت
مرا سایہ بھی بجلی کی طرح پہلو بدلتا ہے

لگا کر تیر مژگاں ناز سے کیوں تو نے منہ پھیرا
اڑا کر کیا نشانہ دل کا کافر رخ بدلتا ہے

وہ آئے ہیں عیادت کو خدارا اضطرابِ دل
ٹھہر جا اک ذرا کمبخت اب مطلب نکلتا ہے

کہاں تک دل کو سمجھاؤں کہاں تک دل کو سمجھاؤں
یہ وہ سفاک ہے آیا جہاں مشکل سے ٹلتا ہے

مرا مرنا کہا کس نے قیامت ہے، قیامت ہے،
نہ اڑ جائے کہیں رنگِ حنا وہ ہاتھ ملتا ہے

مبارک ہے جناب محتسب آئیں تو آجائیں
کہیں یہ اخگر میخوار میخانہ سے ٹلتا ہے

○

کوئی مومن کہہ رہا ہے کوئی ترسائی مجھے
ہائے سنواتی ہے کیا کیا ناصیہ سائی مجھے

ناتوانی کا نہ کیوں ممنوں ہوں کوئے یار تک
مثلِ خاشاک پریدہ کھینچ کر لائی مجھے

میں خدا جانے کہاں ہوں اور ہے کس پر نظر
آپ نے سمجھا ہے کیا اپنا تماشائی مجھے

پردہ کاغذ کو بنایا میں حیا سے پس گیا
دیکھ کر کس ناز سے تصویر شرمائی مجھے

رنج فرقت ہی سہی لیکن یہ کیا کم بات ہے
ایک عالم کہہ رہا ہے تیرا سودائی مجھے

آیۂ سجدہ بنا ہوں انتہائے ضعف سے
لے اڑی کس مرتبہ پر ناصیہ سائی مجھے

ضبط اے دردِ جگر کہتے ہیں وہ کس ناز سے
کر نہ دے کمبخت رسوا تیری رسوائی مجھے

تھام کر دل رہ گیا نکلی نہ منہ سے آہ بھی
کس کی بھولی بھالی صورت ہائے یاد آئی مجھے

جب رکھا اخگرؔ مقامِ دشتِ الفت میں قدم
روحِ مجنوں دیکھ کر کیا کیا نہ شرمائی مجھے

○

جو دل یہ شوق ہے راز نہاں عیاں ہو جائے
مٹا وجود کو اتنا کہ بے نشاں ہو جائے

نشان اس کے قدم کا جہاں جہاں ہو جائے
قدم قدم پہ زمیں شکل آسماں ہو جائے

عروج اور بھی ٹھکرا کے خاک کو دینا
کبھی گذر جو سوئے گور بیکساں ہو جائے

دکھاؤں داغِ جگر زخمِ دل سر محشر
مزہ تو آئے اگر پرسشِ نشاں ہو جائے

کہیں کا ہائے نہ رکھا مجھے زمانہ میں
الٰہی عشق کا برباد خانماں ہو جائے

خدا کی شان کہ ہم دور بیٹھ کر دیکھیں
رقیب اتنا لگے منہ کہ راز داں ہو جائے

دیا یہ حکم ہے افشائے راز کی خاطر
کہ داغ بھی ورق دل سے بے نشاں ہو جائے

عدم کا تجھ سے تعلق وجود تجھ سے پدید
مکین ہو تو مکاں ورنہ لامکاں ہو جائے

خدا کی شان ہے عبرت کی جا ہے دل میرا
کہ گھر خدا کا ہو اور مسکن بتاں ہو جائے

ارم میں مانگ رہا ہوں دعا کہ سر پھوڑوں
الٰہی بابِ جناں اس کا آستاں ہو جائے

وہ جوش ہے مئے الفت میں حضرت آخگر
پیئے جو پیر تو دم بھر میں نوجواں ہو جائے

○

یا نبیؐ سب وہ ترے قلب کی تنویر میں ہے
راز جو کچھ کہ دل کاتبِ تقدیر میں ہے

ذرۂ خاک درِ پاک میں ہے جیسی ضیا
دشتِ ایمن میں نہ وہ طور کی تنویر میں ہے

تیغ فرقت نے شہِ پاک کیا کام تمام
اب سسکنے کا بھی یارا نہیں نخچیر میں ہے

تیرے نام کے اللہ غنی
وہی جانیں جو مزہ نعرۂ تکبیر میں ہے

ہے سیہ نامۂ اعمال اگر کیا ہے غم
نام احمد تو رقمزدہ مری تحریر میں ہے

قابَ قوسین ترے رتبۂ عالی کا بیاں
اور لولاکَ لما شان کی تفسیر میں ہے

سب مجھے کہتے ہیں دیوانۂ احمد احسنؔ گر
کیا مزہ صلِّ علیٰ اس مری تشہیر میں ہے

○

نسبت نہیں ہے خاص کو دنیا میں عام سے
یہ کھُل گیا کلیم تمہارے کلام سے

اللہ رے رشک وصل میں دشمن کے نام سے
میں جل رہا ہوں شمع کی مانند شام سے

جوشِ جنوں ہجوم تمنّا و فورِ یاس،
گھبرا رہا ہوں ہجر میں اِس اژدحام سے

ذوقِ نظارہ بلبے تری گرمیٔ تلاش
لایا ہے کھینچ کر ہمیں دارالسلام سے

سودا ہے چارہ ساز کہیں اپنی راہ لے
کوسوں ہے دور زخمِ جگر التیام سے

رَبطِ عدو کا آپ کو اب تو صِلہ مِلا،
کیا کچھ وہ کہہ رہا ہے سنو کس کے نام سے

تنگیٔ ظرف قیس تھی الفت سی چیز کو
رسوا کیا جہان میں لیلیٰ کے نام سے

رفتارِ ناز اف رے تری شوخ گرمیاں
پس پس گئی ہے برقِ تجلّی خرام سے

احسنؔ گر چراغِ عمر رواں اپنا ہجر میں
حسرت نصیب شمع ہے خاموش شام سے

○

دل میں نہ مہر اور نہ ظاہر عتاب ہے
طرزِ ستم میں آپ وہ اپنا جواب ہے

الفت ترا برا ہو بیابانِ نجد میں
اب تک غریب قیس کی مٹی خراب ہے

کس تشنہ لب نے وادیٔ غربت میں جان دی
حیران حالِ خویش جو موجِ شراب ہے

ایسا نہیں ہے مجھ سے تعلق کہ مٹ سکے
ذرہ ہوں میں بھی کوئی اگر آفتاب ہے

پست و بلند دیکھ کے یہ عقدہ وا ہوا
عمرِ رواں ہے موج تو ہستی حباب ہے

مقتل میں یوں تو لاکھ تھے مجھ پر کرم کیا
کیا خوب تیغِ یار ترا انتخاب ہے

موسیٰ ہی اک نہیں ہیں کہ لذت اٹھا سکیں
ذوقِ نظر ہے جس کو وہی کامیاب ہے

گر بے خودی ہو جلوۂ جاناں ہے سامنے
نظارۂ شہود مگر بے حجاب ہے

داغِ جگر کے سامنے ہنگامۂ گرمیاں
کچھ شرم بھی تجھے مگر اے آفتاب ہے

احسن ہوا ہے روح کا طائر اسیرِ خاک
بے فائدہ غریب کی مٹی خراب ہے

○

دہن ہے درج دنداں صفا سلک لالی ہے
کتابی رخ پہ ابرو ہے کہ ایک بیت ہلالی ہے

نہیں ظرف کلیم ایسا تماشائی بنے اس کا
کہ جلوہ یار کا شایاں پئے انظار عالی ہے

جو حورِ خلد کی تصویر لائے کھینچ کر رضواں
تو کہہ اٹھوں کہ تیری شکل کا نقش خیالی ہے

وہ ہوں میں کشتۂ رفتار جاناں بعد مردن بھی
مرے ہر ذرۂ مرقد کو فکر پائمالی ہے

دل بیتاب بیتابی سے پھر بدخو نہ کر دینا
طبیعت ہم نے کس مشکل سے ظالم کی سنبھالی ہے

نتیجہ ہے یہی آخر جہاں کے انقلابوں کا
کبھی رفعت تھی جن کو آج ان کو پائمالی ہے

غزل کو تیری سن کے سب یہی کہتے ہیں اے اخگر
عجب بندش زباں کی ہے عجب نازک خیالی ہے

○

اب گلے درد کے باقی ہیں نہ فریادوں کے

غول کے غول مرے گھر ہیں پریزادوں کے

دشت الفت میں عجب حال ہیں بربادوں کے

ڈھیر قیسوں کے کہیں ہیں کہیں فرہادوں کے

رقعۂ دہر مرقع ہے خراباتی کا

کچھ نشاں باقی ہیں اجڑی ہوئی بنیادوں کے

زلف و رخ خال و مژہ ابروُ کاکل اور دل

ایک دیوانہ ہے مجمعے میں پریزادوں کے

کھنچنے آئے تھے تصویر کہ تصویر بنے

نقشے مانی کے ہیں یہ خاکے ہیں بہزادوں کے

دست خالی سے دعا دیتے ہیں آخر پسِ مرگ

ہاتھ رکتے بھی سنے ہیں کہیں جوّادوں کے

کب وہ ٹلتے ہیں کسی اہل سخن سے اخگر

نام لیوا ہیں زمانے میں جو استادوں کے

متفرقات

○
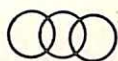
نعت

○

العطش العطش اے ساقی کوثر عربی
آتش ہجر توام سوخت بصد تشنہ لبی،

حسن وخوبی و شمائل نہ پری داشت نہ حور
کاں تو داری بصد انداز و بصد بوالعجبی

توئی اے سرو سہی قامت باغ تقدیس
بہر تزئین گلستاں دو عالم سببی،

خوف از پرسش اعمال مرا کے باید
شافع روز جزا شد چو رسول عربی

از احد انیت فزوں جز بہ حجابے ظاہر
میم احمد کہ بود کشمکش زیر لبی،

ساقیا گر قدحے از مے وصلت نہ دہی
چہ عجب سوزدم از آتش رنج و تعبی

ناخدایم نہ شوی از تو بہ بحر عصیاں
زود باشد کہ فرو غوطہ دہد نفس ابی،

دور از رحمت تو نیست گرا ے شاہ جہاں،
اخگر خستہ جگر را بدر خود طلبی،

○

آمد بہار بادہ کشاں را خبر کنید،
بیعت کناں پیر مغاں را خبر کنید

روز و شب عندلیب دلم نالہ می کند،
آں گلعذار سرو چماں را خبر کنید

حال مریض عشق ز تدبیر در گذشت،
اے ہمدماں مسیح زماں را خبر کنید

گم گشتگی است نام و نشاں در طریق عشق
جویندگاں نام و نشاں را خبر کنید

اخگر ز توبہ توبہ کرد و شراب خواست
حوری نژاد مغبچگاں را خبر کنید

رُباعیات

اے شعشۂ از مہر تو ایں چشمۂ خورشید
وے غنچۂ از باغ تو ایں گلشن جاوید
بر درگہِ تو فرق ہمہ می سایند
قیصر چہ او دارا چہ او خسرو چہ او جمشید

○

ہر باغ میں گلزار میں بو تیری ہے
اور سرو کو یاد لبِ جو تیری ہے
کانوں کو لگا کر جو سنا غنچوں سے
ایسا تھا یہ باہم کہ گفتگو تیری ہے

○

کس درجہ ہے شبیر فدائے مولا
دیکھی نہیں ایسی تو ولائے مولا
کہتے تھے دم قتل تہہ خنجر آپ
راضی ہوں میں جس میں ہو رضائے مولا

○

جنت میں جو کوثر ہے روانی کے لئے،
ہے عام اعالی و ادانی کے لئے
پر حیف لب نہر پیاسی ترسی
اولاد علی کی بوند پانی کے لئے

اظہار محبت ہے فقط شور و شغف تک
مردانگیٔ مرد ہے ہمراہی صف تک،

اللہ کوئی وہ بھی دن آئے مری تقدیر
لے جائے میری خاک در شاہ نجف تک

○

کفار نے جب روکی شہنشاہ کی راہ، حسرت سے سوئے چرخ کی حضرت نے نگاہ
تب حُر نے یہ کی عرض تمہیں روکے کون لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللہِ،

○

ہر اک کمال کو اک دن زوال ہوتا ہے
جو بدر ہوتا ہے گھٹ کر ہلال ہوتا ہے

مثل یہ راست ہے اخگر غبار کے مانند
جو سر پہ چڑھتا ہے وہ پائمال ہوتا ہے

ناکارہ ارمغاں بہ قبلہ و کعبہ حضرت شاہ خلیل الرحمٰن جمالی مدظلہ العالی

کہ ہنگام ورود سنہ یک ہزار و سہ صد و بست و پنج ہجری بلدہ جےپور شہود یافت

ہر چند دل زار بہ عشق است علیل لیکن غم درد تو بجان است خلیل
اخگر بجمالت زچہ حیراں نشود تو شاہ جمیل است و محب است جمیل

ابیات

دل تھامے پھر رہے ہیں ترے در کے آس پاس
خالی نہیں ہیں ہاتھ کہ زنجیرِ در ہلائیں

○

دمِ نزع کہہ رہے ہیں کہ نہ پھیرو ہم سے آنکھیں
کہو ایسے بھولے پن پر ہمیں کیوں نہ پیار آئے

○

جگر میں تاب نہ قوت دل و دماغ میں ہے
بدن میں جاں ہے کہ دم صبح کے چراغ میں ہے

○

تجھ کو یہ عشق ہے اے شمع شبستاں کس کا
لو لگائی ہے کدھر تو نے ذرا کہہ تو سہی

○

جوہر کی شکل سوکھ کے خنجر میں ہو گیا
خوں میرا اتر رہا تو بنا آب تیغ یار

○

تجھے صحرا نوردی کا بھلا کیا فخر ہے مجنوں
کہ ایسے ڈھنگ ہم نے سینکڑوں الفت میں برتے ہیں

○

ایسے خود کام کو دیوانہ کہا کرتے ہیں
میرے پہلو میں رہے دل تری خواہش رکھے

○

اُلجھتے ہیں اسی سے پھر خدا کی مار ہے ہم کو
کیا جس کاکل پیچاں نے عالم میں ہمیں رسوا

تضامین

خمسہ بر غزل مولانا قدسی رحمتہ اللہ علیہ

○

آئے شہ جن و ملک فخر عرب مطلبی
جب چلے حق کی طرف آپ بصد بوالعجبی
فرط حیرت سے یہی کہتا تھا ہر ایک نبی
مرحبا سیّد مکّی مدنی العربی
دل و جاں باد فدایت چہ عجب خوش لقبی

وصف حسن آپ کا کس طرح سے ہو مجھ سے رقم
ناطقہ گنگ ہے سکتہ میں ہے حیرت سے قلم
میں نے دیکھا نہ سنا آپ سا خالق کی قسم
من بیدل بجمال تو عجب حیرانم
اللہ اللہ چہ جمالست بدیں بوالعجبی،

آتش عشق نے پھونکا مجھے از پا تا سر
جسم خاکی مرا جل بھن کے ہوا خاکستر
اب تو ہے حال جدائی سے بہت ہی ابتر
چشم رحمت بکشا سوئے من انداز نظر
اے قریشی لقبی ہاشمی و مطلبی،

پہونچے اس جا شب معراج وہ شاہ لولاک
عقل پہونچے نہ ملک کی نہ بشر کا ادراک
رہ گیا سدرہ پہ یہ کہہ کے براق چالاک
شب معراج عروج تو گزشت از افلاک
بمقامے کہ رسیدی نرسد ہیچ نبی،

اے شہ عقدہ کشا بادشہ نیک صفات — ہیں تپاں صورتِ ماہی ترے غم میں دن رات
گر بلا لیجے مدینہ میں تو ہو جائے نجات — ما ہمہ تشنہ لبانیم و توئی آبِ حیات
رحم فرما کہ ز حد می گذرد تشنہ لبی

بحرِ رحمت ہے ترے اے شہ تسنیم مقام — سبز و شاداب ہیں گلزار و چمن ہائے انام
شش جہت میں ہے تری آبِ ساقی کا نظام — نخلِ بستانِ مدینہ ز تو سر سبز مدام
زاں شدہ شہرۂ آفاق بشیریں رطبی

سگ در تیرا کہاں میں کہاں اے شاہِ امم — بس محبت کا سبب ہے جو ہوا یہ عالم
درگزر میری خطا سے تجھے خالق کی قسم — نسبت خود بسگت کردم و بس منفعلم
زانکہ نسبت بہ سگ کوئے تو شد بے ادبی

کیوں نہ قرآن کے معنی کا ہو ہر جا مذکور — ہے خدائی میں فقط تو ہی خدا کا دستور
حق تو یہ ہے کہ تری حق کو ہے خاطر منظور — ذات پاک تو دریں ملکِ عرب کرد ظہور
زاں سبب آمدہ قرآں بزبانِ عربی

اے شہ ہر دو سرا ختم رسل حق کے ولی — ہر دو بیمار تپ ہجر کی اب جان چلی
رحم اخگر پہ بھی کر دیکھ اُدھر بھی جلدی — سیدی انت حبیبی و طبیبے قلبی
آمدہ سوئے تو قدسی پے درماں طلبی

○

مخمس بر غزل

مولانا امیر خسرو رحمتہ اللہ علیہ

گفتار تیری اے صنم کس درجہ ہے جادو بھری
اور ہے تیری رفتار سے پامال ترکیب دری
دونوں جہاں میں الغرض مشہور ہے جلوہ گری
اے چہرۂ زیبائے تو مشک بتانِ آذری
ہر چند وصفت میکنم در حسن زاں بالا تری

چتون میں دی اللہ نے کچھ تیری وہ جادو گری
ہے مات جس کے سامنے واللہ سحرِ سامری
کیا منہ ہے ہمسر ہو سکیں تجھ سے بتاں آذری
تو از پری چابک تری در برگ گل نازک تری
و ز ہر چہ گویم بہتری حقا عجائب دلبری

ہر چار سو پوئیدہ ام در ہر چمن گشتیدہ ام
و ز ہر شجر گل چیدہ ام و ز ہر گلے بوئیدہ ام
حقا کہ من نشنیدہ ام حسنے کہ در تو دیدہ ام
آفاقہا گردیدہ ام مہر بتاں ورزیدہ ام
بسیار خوباں دیدہ ام لیکن تو چیزے دیگری

ت قدبالائے تو نشر خرامِ پائے تو — شمسی رخ زیبائے تو واللیل گیسو ہائے تو
غ خاک پائے تو دلہائے پاکاں جائے تو — عالم ہمہ یغمائے تو خلقِ خدا شیدائے تو

ایں نرگسِ شہلائے تو آوردہ رسمِ کافری

ماہ وش نازک کمر اے دلربا جادو نظر — اے روئے تو رشکِ قمر اے عارضت گلہائے تر
شید و مہ شام و سحر تجھ سا جو ڈھونڈیں چرخ پر — ہرگز نیاید در نظر حسنے ز رویت خوب تر

شمسی ندانم یا قمر یا زہرۂ و یا مشتری

ہاں سلطان دیں محبوبِ ربّ العالمیں — سردار جملہ مرسلیں بیشک شفیع المذنبیں
رہیں اور نور کی تصویر کھینچ سکتی نہیں — صورت گر و نقاش چیں رو صورت یارم بہ بیں

یا صورتے کش ہمچنیں یا ترک کن صورت گری

ض حالم اے صبا زاں بادشاہ ہل اتیٰ — کے مصطفیٰ وی مجتبیٰ وی شافع روز جزا
خگر غم مبتلا گوید ہمیں صبح و مسا — خسرو غریب است و گدا افتادہ در شہر شما

باشد کہ از بہرِ خدا سوئے غریباں بنگری

○

قطعاتِ تاریخ

○

قطعہ تاریخ طبع دیوان جناب خواجہ قمرالدین خانصاحب

○

چہ دیوان راقمؔ کہ از حرف حرفش
نمایاں شود عزو تمکین راقم

چو در قالب طبع آمد زخوبی،
ازو شاد شد جان شیریں راقم

پئے عیسوی سال طبعش شنیدم
زروح القدس نظم شیرین راقم

۱۹۰۱ء

○

چھپا جب حضرت راقمؔ کا دیواں
جسے اردو کی جاں لاریب کہئے

سر بدظن قلم کر لکھ یہ اخگرؔ
کہ دیوان یا لسان الغیب کہئے

۱۳۱۹ھ

قطعہ تاریخ

مہربان مرتاض منشی فیاض الدین صاحب فیاض کہ ہنگام ترتیب دیوان ترصیع رقم یافت

زفیض مبدء فیاض آمد | بہ حسن طبع چوں دیوان فیاض
پئے تاریخ او گفتم ز ہاتف | کہ ہستی در حقیقت جان فیاض
بیاموزی مرا خوش نغمہ تر | کہ تا از سر کنم قربان فیاض

بگفتا از سر الطاف اخگر

بگوزہ گوہر از کان فیاض

۱۳ھ ۱۴

○

قطعہ تاریخ مناظرہ نساء[1]

من تصنیف خواجہ قمر الدّین خاں صاحب راقم دہلوی

راقم شیوا زباں استاد فن | منسلک چوں کرد در نادرہ
سال تاریخش ز ہاتف خواستم | گفت وصفش بر زبانم شد گرہ

ناگہاں اخگر ندا آمد ز غیب

گوئی تاریخش بہ لفظ "تذکرہ"

۱۳۲۵ھ

[1] "مناظرہ نساء" قمر الدین خاں راقم کی منظوم تخلیق ہے۔

قطعہ تاریخ رسالۂ نحو مِن تصنیف رفیق انیس مہربان

حکیم واحد علی خاں صاحب مسیح زاد عنایتہ

چوں حکیم مسیح بنوشتہ — ایں رسالہ کہ ہست آلۂ نحو

روحِ اخفش بہ نکتہ دانی او — گفت ہر مسئلۂ کلالۂ نحو

بحر راکرد کوزہ بند آخر — ختم ذاتت شدہ قبالۂ نحو

ہر کہ خوردہ ز خوانِ نعمت تو — گفت شیریں تریں نوالۂ نحو

وصف ادراک تو ز من بکجا — اے امام النحاۃ و آلۂ نحو

دوش از قدس خواستم تاریخ — کہ کنم پیشکش فضالۂ نحو

داد ہاتف ندا بگو اخگر

مرحبا حبذا رسالۂ نحو

۲۳ ۱۳ ھ

قطعہ تاریخ انتقال پر ملال سعید ازلی حکیم سیّد قاسم علی مرحوم

بہ بستم سفر آہ قاسم علی — سفر کرد از دہر و برتافت رو

چو اخگر شنید ہاتف ایں سانحہ — زباں را کشادہ باغفر لہٗ

۱۳۱۸ھ

قطعہ تاریخ ترمیم مسجد

مدرسہ مولانا ضیاء الدین صاحب علیہ الرحمتہ

چوں مرمت یافت ایں مسجد زسر — آسماں خم از پئے تعظیم شد
داد ہاتف ایں ندا اخگر زغیب — سجدہ گاہ قدسیاں ترمیم شد

۱۳ھ ۱۸

○

تاریخ وصال پرملال جناب ہادی طریق خدادانی راحل مراحل عرفانی قبلہ وکعبہ مرشدنا خلیفہ محمد امان خانصاحب المعروف بہ منوّر شاہ جمالی الچشتی السہروردی القادری نوّر اللہ مرقدہٗ

چوں منور ز دہر فانی رفت — آتش فرقتم بسوخت زسر
وادریغا متاع صبر نماند — گشت دکان قلب بے زیور
پئے تاریخ او ز ہاتف دوش — چہ شنیدی بگوئی اے اخگر
گفت ازما چہ حال می پرسی — کہ ز ہجرش شدیم زیر و زبر
ناگہاں ایں صدا ز غیب آمد — سال وصل منور است اظہر

خاطر از آہ کاستہ گفتم
صبح امید مضجع انور

۱۳ھ ۲۴

قطعہ تاریخ بفرمان عظیم الشان سحر زبان جادو بیان عالی منزل جناب کنور انوار الرحمن صاحب بسمل کہ ہنگام وصال منبع عرفان بلند مکان واقف اسرار خفی و جلی

سید میر قربان علی نور اللہ مرقدہ بپکیر تحریر یافت

چوں قربان علی سید خوش گہر

سخیؒ ولیؒ صفیؒ کریم

سوئے عالم قدس بشتافتہ

شدہ واصل لطف و فیض عمیم

فراتر ز قدوسیاں گوئے برد

بہ تسبیح و تہلیل و ذکر فخیم

بہ بسمل بگفت رضوان کہ احنگر بگو

وجار ہو فی ریاض النعیم

۲۵ ۵ ۱۳ ۱

۳۰ رجب سنہ ۱۳۲۵ھ مطابق ۱۳ اگست سنہ ۱۹۰۸ء

تنظیمات

تنظیم بر رُباعی سعدی علیہ الرحمۃ

بڑھے عرش سے وہ شہ امم
جو بہ پشت رفرف برق دم
تو ملک یہ کہتے تھے دمبدم
بَلَغَ العُلیٰ بِکَمَالِہٖ

یہ تیرے ہی نور کی ہے چمک
کہ ضیا ہے جس کی فلک تلک
مٹیں ظلمتیں سبھی یک بیک
کَشَفَ الدُّجیٰ بِجَمَالِہٖ

وہ کمر وہ سینہ وہ دست و پا
وہ قمر سا چہرہ پر ضیا
تھی لبھانے والی ہر اک ادا
حَسُنَتْ جَمِیعُ خِصَالِہٖ

جو ہوس ہے یاں رہے شاد ماں
تجھے آخرت میں ملے جناں
تو پڑھا کر اخگر خستہ جاں
صَلُّوْا عَلَیْہِ وَ آلِہٖ

خمسہ بر غزل

جناب مولانا عبد القدوس صاحب گنگوہی رحمتہ اللہ علیہ

گہ بلیٰ گفتی گہے خود لائے انکار آمدی   باز از انت انا گشتی باظہار آمدی
در ادا و ناز و شوخی طرفہ طرار آمدی   آستیں بر رو کشیدہ ہمچو مکار آمدی
باخودی خود تماشا سوئے بازار آمدی

جوہر اول شدی در شکل انوار آمدی   بعد از آں در پیکر النساں پری وار آمدی
جلوۂ سینا شدی گہ برق کردار آمدی   در بہاراں گل شدی در صحن گلزار آمدی
بعد از آں بلبل شدی با نالہ دار آمدی

ظلمت ہستی کجا و پرتو نور از کجا   انکشاف پردہ تا کے راز مستور از کجا
موسیٔ عمراں کجا و جلوہ طور از کجا   شور منصور از کجا و دار منصور از کجا
خود زدی بانگ انا الحق خود سر دار آمدی

از رخ محبوب وحدت پردہ چوں کردیم وا   گام بنہادیم اخگر در سوا و ما سوا
در مقام ہو فنا شد جملہ ایں انت انا   گفت قدوسی فقیرے در فنا و در بقا
خود بخود آزاد گشتی خود گرفتار آمدی

○

قصیدہ بتقریب تہنیت عطائے اختیارات ہزبر بیشہ جلادت ضیغم نیستان شجاعت درِ مکنون و دُرۃ التاج نجابت شہامت جناب مستطاب معلّی القاب راوت بنے سنگھ جی صاحب بہادر دام اقبالہ رئیس دھولہ

علاقہ جے پور

تیز پروازی ہیں بالا سے بھی بالا کہئے — آج کل فکر رسا کو مری عنقا کہئے

لامکاں حد نظر سے مری نیچا ہے کہیں — مسکن جوہر کل کو مرا کوٹھا کہئے

تنگ و تاز خرد اللہ رے رفعت تیری — چرخ افلاک کو تجھ سے کہیں نیچا کہئے

ہاں نظر باز مضامین دم میدان سخن — نکتہ جو کہئے زمانہ سے اچھوتا کہئے

شاہد فکر کچھ اس طور سے ہو جلوہ نما — کہ جسے خلد کی اک لعبت رعنا کہئے

گر مضامین بچے ہوں تو معانی ہوں تلے — لفظ وہ ہوں کہ جنہیں عقد ثریا کہئے

حرف ہوں ساغر پر نور کی صورت شفاف — سطریں ایسی ہوں جنہیں موجہ صہبا کہئے

ہر کشش میں وہ کشش کیجئے پیدا کہ جسے — سرمہ چشم فسوں کاری لیلیٰ کہئے

ہو نگارش میں روش ایسی جسے دیکھتے ہی — کہہ اٹھیں لوگ اسے زلف چلیپا کہئے

ہو گزارش میں وہ انداز ادا وقت سخن — سامری بھی یہ کہے سحر بلا کا کہئے

تھا اسی فکر میں حیران کہ کہا ہاتف نے — دیر اب کس لئے ہے مدحت آقا کہئے

کون ممدوح ہے ہے کس کی طرف روئے سخن — بات گر کہنی ہے کوئی تو ہویدا کہئے

وہ بنے سنگھ بہادر شرف قیصر و جم — اس زمانہ میں جسے سایہ خدا کا کہئے

مطلع ثانی

اے جواں بخت تری مدح میں اور کیا کہئے — حاتم دورِ جہاں ضیغم ہیجا کہئے

مرحبا ہمت عالی تری گردوں فرسا
یا اسے گنبد بیدر کا سہارا کہئے

بحر مواج سخاوت ہے ترا ابر کرم،
اور کف دست کو بیشک یدِ بیضا کہئے

تیری تلوار کی تشبیہ کہاں برق کہاں
مختصر یہ ہے کہ بس قہر خدا کا کہئے

نفس جود کشا کو ترے اے ابر کرم
مردہ امیدوں کے حق میں تو مسیحا کہئے

اللہ اللہ رے شجاعت تری ہنگام وغا
سر اعدا کو ہدف تیر بلا کا کہئے

بات تو یہ ہے شجاعت میں ترے سر کی قسم
بحر مواج وغا کا دُرِ یکتا کہئے

سامنے تیرے ہے یوں رزم کا میداں گویا
اصطلاحاً اُسے بچوں کا تماشا کہئے

وصف میں ناطقہ ہے گنگ زباں ہے الکن
فکر کہتی ہے نہیں حوصلہ اب کیا کہئے

اخگر خستہ جگر اب ہے خموشی لازم
ہو زباں یار تو ہے وقت دعا کا کہئے

جامع اک جملہ یہ کافی ہے دعا میں یارب
تا ابد دھولہ میں ہو دور اسی کا کہئے

○

عیدی

عید الضحیٰ کہ از ہمہ ایام خوشتر است
بہر حج و زکوٰۃ مگر حکم داور است
قربان نہ چوں شویم کہ اخگر بگوش ما
ہر سو صدائے نعرۂ اللہ اکبر است